مجلہ
تحریک طالبان پاکستان
محرم الحرام ۱۴۳۹ھ بمطابق اکتوبر 2017
شمارہ: 04

ذہنی اور اعتقادی ارتداد، ایک اہم مسئلہ

میانمار تاریخ کے آئینے میں

دھجرت فضیلتونہ

شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد جو پاکستان میں ناپید ہیں

حادثہ کربلا

انسان کی پیدائش کا مقصد

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِباطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ
وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ
وَما تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لا
تُظْلَمُونَ۔ (الانفال:06)

ترجمہ:اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کرسکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا، جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے، اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں وہ پورا ملے گا تم کو اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا۔

تفسیر:جہاد کے لئے اسلحہ اور سامان حرب کی تیاری فرض ہے :دوسری آیت میں اسلام سے دفاع اور کفار کے مقابلہ کے لئے تیاری کے احکام ہیں، ارشاد فرمایا (آیت) وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ ۔یعنی سامان جنگ کی تیاری کرو کفار کے لئے جس قدر تم سے ہوسکے۔ اس میں سامان جنگ کی تیاری کے ساتھ مَا اسْتَطَعْتُمْ کی قید لگا کر یہ اشارہ فرمادیا کہ تمھاری کامیابی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمھارے مقابل کے پاس جیسا اور جتنا سامان ہے تم بھی اتنا ہی حاصل کرلو ۔ بلکہ اتنا کافی ہے کہ اپنی مقدور بھر جو سامان ہوسکے وہ جمع کرلو تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد تمھارے ساتھ ہوگی ۔اس کے بعد اس سامان کی کچھ تفصیل اس طرح فرمائی مِّنۡ قُوَّةٍ یعنی مقابلہ کی قوت جمع کرو اس میں تمام جنگی سامان اسلحہ، سواری وغیرہ بھی داخل ہیں اور اپنے بدن کی ورزش، فنون جنگ کا سیکھنا بھی ، قرآن کریم نے اس جگہ اس زمانہ کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ قوت کا عام لفظ اختیار فرما کر اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ یہ قوت ہر زمانہ اور ہر ملک و مقام کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے اس زمانہ کے اسلحہ تیر، تلوار، نیزے تھے اس کے بعد بندوق توپ کا زمانہ آیا۔ پھر اب بموں اور راکٹوں کا وقت آگیا ۔ لفظ قوت ان سب کو شامل ہے اس لئے آج کے مسلمانوں کو بقدر استطاعت ایٹمی قوت ، ٹینک اور لڑاکا طیارے، آب دوز کشتیاں جمع کرنا چاہئے کیونکہ یہ سب اسی قوت کے مفہوم میں داخل ہیں ۔ اور اس کے لئے جس علم و فن کو سیکھنے کی ضرورت پڑے وہ سب اگر اس نیت سے ہو کہ اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں سے دفاع کا اور کفار کے مقابلہ کا کام لیا جائے گا تو وہ بھی جہاد کے حکم میں ہے ۔ ۔(ترجمہ وتفسیر معارف القرآن)

اداریہ

برما: جنوب مشرقی ایشیا میں واقع ایک ملک ہے ، یکم اپریل ۷۳۹۱ء کو برطانوی ہندوستان سے الگ ہوا اور مستقل ریاست بن گیا اور بالآخر ۸۴۹۱ کو برطانیہ سے آزاد ہوا ۔ یہاں مختلف ادیان ،قوموں اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے لوگ پائے جاتے ہیں ۔ یہاں کی کل آبادی تقریباً چھ کروڑ ہے جبکہ مسلمانوں کی آبادی ایک کروڑسے زیادہ ہے ۔یہاں کی اکثریت چینی تبت سے آئے ہوئے بوذی قبائل پر مشتمل ہے جو کہ پورے ملک کے تقریباً دوتہائی بنتے ہیں ، جبکہ دوسری بڑی قوم مسلمان ہیں ، جو کہ عرب : یمنی ، سعودی ، شامی ،عراقی اور فارسی ،ہندی اور بنگلادیشی وغیر ہ نسلوں پر مشتمل ہے ۔ یہاں کے مسلمانوں کو روہنگیا (روھنجیا(روھینغا)) کہاجاتاہے ۔

یہاں کی شہرت ،تجارت ومعیشت ،اورصنعت وحرفت وغیرہ سے نہیں ہے بلکہ یہاں کی شہرت اس بات سے ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کو تقریباً ایک صدی سے بوذی مشرکوں کی جانب سے ظلم وبربریت اورقتل عام کا سامنا ہے ،اور ابھی تک لاکھوں کی تعداد میں انہیں شہید اور گھربار چھوڑنے پر مجبور کردیاگیا ہے اور وقتاًفوقتاً اس میں شدت آتی رہتی ہے ؛یہاں کے مسلمانوں سے جو سلوک روارکھاجاتاہے تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی ، قتل کے نت نئے طریقے ان پرآزمائےجاتے ہیں ،انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیاجاتاہے ،کسی کو آگ میں جلاتے ہیں تو کسی کو سڑک پر گھسیٹ کر شہید کرتے ہیں ،کسی کو مار مارکر شہید کیاجاتاہے توکسی کو بھوکا اور پیاسا باندھ کر ؛یہاں بچہ ،بوڑھا ،مرد عورت سب برابر ہیں ۔یہاں تک کہ عورت کے پیٹ سے بچے نکال کر ذبح کیے جاتے ہیں ۔یہاں کے مسلمانوں کو انسانی حقوق تو کیا حیوانی حقوق بھی حاصل نہیں ہیں ۔ انہیں تعلیم کے حق سےمحروم کیاگیا ہے ،انہیں موبائل فون استعمال کر نے کی اجازت نہیں ، ان کواپنے گھروں سے مخصوص اوقات کے علاوہ نکلنے کی اجازت نہیں ہے ،یہ دنیا کی واحد قوم ہے جس کے پاس کسی بھی ملک کی شہریت نہیں ہے ۔ویسےتومسلمانوں کو ہرسو مظالم کا سامنا ہے لیکن یہاں جو کچھ ہورہاہے اس کے بیان سے زبان وقلم عاجز ہیں ، یہاں ہونے والے مظالم کا مشاہدہ کرناہو تو اس کا سب موزون ذریعہ سوشل میڈیا ہے ، جہاں آپ کوظلم ووحشت کی تھوڑی بہت ویڈیوز اور تصاویر مل سکتی ہیں

بڑے افسوس اور شرم کی بات ہے کہ دنیا میں تقریباًڈیڑھ ارب مسلمان ہیں اور وہ بھی دنیا کے اہم ترین خطہ پر !ان کے پاس لاکھوں کی تعداد میں مسلح افواج ہیں ،پچاس سے زیادہ ممالک ہیں ،لیکن اقوام عالم میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے ۔ کوئی نہیں جو برما کے مشرک بودائیوں کو سزا دے ، یا کم ازکم اس بربریت اور حیوانیت پر اظہار افسوس اور مظلوم مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے دوجملے بولے۔ جو کچھ انہوں نے کیا اور کررہے ہیں آیا انسانیت کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال ہے !آیا ہیٹی پاکستان صرف اس لیے اس بے غیرت فوج پر خطیر رقم لگاتاہے کہ وہ اپنے پورے ملک اور بالخصوص ملاکنڈڈویژن اور آزاد قبائل میں اسلامی نظام کا مطالبہ کر نے والے مسلمان اور مجاہدین شہید ، اور جیلوں میں بند کرے یاان کے خاندان دربدر کرے ، اور ان کی مساجد اور مدارس کو کھنڈرات میں تبدیل کرے اور ان کے ساتھ وہ سب کچھ کرے جو ان سے ہوسکے ۔برما کے مشرک بودائی نہ تو بہت دور ہیں اور نا ہی مضبوط ،لیکن مسلمانوں کی اجتماعی غفلت کی وجہ سے ان پر ایسے بے حس ، بے غیرت اور بے ضمیر حکمران مسلط ہیں جس کی وجہ سے مسلمان تعداد میں ڈیڑھ ارب ہو نے کے باوجود انتہائی ذلیل وخوار ہیں ۔برماکے مسلمانوں کاقتل عام ،توہین اور دربدری پوری امت مسلمہ کےلیے ایک چیلنج اور اس کی بے عزتی ہے ۔ اس سے بڑھ کر بے غیرتی اور بے حسی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو تاریخ کی بدترین درندگی اور سفاکیت کا سامنا ہے اور ایک طرف ہم کو کرکٹ سے فرصت نہیں ،وہاں ہمارے بھائی غم سے نڈھال یہاں ہم خوشی اور مستی سے بے حال ،کہاں ہے حال ہی میں بنا چونتیس نام نہاد اسلامی ممالک کا اتحاد ؟

مسلمان بھائیو! اس ظلم سے نکلنے کا راستہ اقوام متحدہ ،سلامتی کونسل ،اسلامی کانفرنس اور عرب لیگ نہیں بلکہ یہ سب تو عالمی کفری نظام کے تحفظ کے لیے ہیں ، بلکہ اس مظلومیت سے نکلنے کا واحد راستہ مقدس جہاد ہے۔

ذہنی اوراعتقادی ارتداد،ایک اہم مسئلہ،فوری توجہ کا حامل

(مفکرِ اسلام ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ (خطباتِ علی میاں، جلد۳، صفحہ۳۳۳- ۳۵۳)

حضرات! اِسلام کی تاریخ میں اِرتداد کے متعدّد واقعات پیش آئے ہیں، سب سے بڑا اور سخت سانحۂ اِرتداد عرب قبائل کا اِرتداد تھا، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معاً بعد پیش آیا، یعنی وہ زبردست باغی تحریک جس کو ابو بکر صدیق نے اپنے بے نظیر عزم وایمان سے سر اُٹھاتے ہی کچل دیا تھا۔ دوسرا بڑا اِرتدادی واقعہ نصرانیت اختیار کر لینے کی وبا تھی، جو ہسپانیہ سے مسلمانوں کے اِخراج کے بعد پھیلی اوربعض اُن دوسرے ملکوں میں بھی جو مسیحی مغربی طاقتوں کے زیر نگین تھے اور عیسائی پادری اور مشنری وہاں اس مقصد کے لئے سرگرم عمل تھے۔

اِن متعدد واقعات کے علاوہ اِکا دُکا واقعات اور بھی ہیں، مثلاً ہندوستان میں کسی خفیف العقل اور پست طبیعت فرد نے اِسلام کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیا، لیکن ایسے واقعات شاذ ونادر ہی ہوئے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر بد نصیب ہسپانیہ کے فتنۂ نصرانیت کو ارتداد کہنا صحیح ہے تو اس کو مستثنیٰ کرکے کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ کسی عام ارتداد سے آشنا نہیں ہوئی ۔ جیسا کہ موٴرخین مذاہب کا اعتراف ہے۔

یہ واقعات جب کبھی پیش آئے، ان پر ہمیشہ دو اثرات مرتب ہوئے:

۱) مسلمانوں کی طرف سے سخت ناراضگی اور نا پسندیدگی۔

۲) اسلامی سوسائٹی سے قطع تعلق۔

یعنی جو کوئی اپنے دین سے منحرف ہوتا تھا وہ مسلمانوں کے سخت غیض وغضب کا نشانہ بنتا تھا اور اس اسلامی معاشرے سے خود بخود منقطع ہو جاتا تھا، جس میں اس کی بود وباش ہوتی۔ مجرّد ارتداد سے اس کے اور اس کے اہلِ قرابت کے درمیان تمام رشتے اور تعلقات کٹ جاتے تھے۔ اور ارتداد کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ آدمی گویا ایک دوسرے معاشرے اور ایک دوسری دنیا میں منتقل ہوگیا۔ مرتد کا خاندان اس کا بالکلیہ بائیکاٹ کر دیتا تھا۔ اب نہ رشتہ رہتا تھا ، نہ اخوت نہ وراثت۔

ارتداد کی اگر کوئی لہر کبھی اُٹھتی تھی تو اس سے بین الادیانی کشمکش برپا ہوتی اور مسلمانوں میں مقاومت اور اسلام کے دفاع کی روح بیدار ہو جاتی تھی، جس اسلامی ملک میں ایسے واقعات پیش آجاتے تھے وہاں کے علماء و داعیانِ اسلام اور اہلِ قلم پُر جوش طریقے سے ان کے خلاف صف آراء ہو جاتے، ان کے اسباب کا کھوج لگاتے اور اسلام کے محاسن وفضائل کو سامنے لاتے تھے۔ اس مسلمان معاشرے کا یہ حال ہو جاتا جیسے قلق واضطراب اور غیظ وغضب کی ایک موج آکر سب کو تہ وبالا کر گئی ہو۔ یہ حوادث مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے، اور کیا خواص؟ کیا عوام؟ سب کے لئے ایک ہی بات اور ایک ہی فکر ہوتی تھی۔

یہ ہوتا تھا کہ اسلامی سوسائٹی پر واقعات ارتداد کا ردّ عمل اور ان کی لازمی خصوصیت، حالانکہ نہ یہ کسی وسیع پیمانے پر پیش آتے تھے اور نہ زندگی پر ان کے کچھ اثرات ہی پڑتے۔

لیکن اب کچھ عرصے سے دنیائے اِسلام کو ایک ایسے اِرتداد سے سابقہ پیش آیا ہے جس نے اس کے اِس سرے سے اُس سرے تک ایک لہر پیدا کردی ہے۔ یہ اپنی شدت وقوّت اور وُسعت وعمق (گہرائی) میں اب تک کی تمام اِرتدادی تحریکوں سے بازی لے گیا ہے، کوئی ملک ایسا نہیں ہے جو اس کی غارت گری سے بچا ہوا ہو، بلکہ ملک تو ملک خاندانوں میں ایسے مشکل ہی سے تھوڑے بہت ہوں گے جو اس کی دستِ بُرد سے محفوظ ہوں۔ یہ وہ اِرتداد ہے جو شرقِ اسلامی پر یورپ کی سیاسی اور تہذیبی تاخت کے پیچھے پیچھے آیا ہے۔ یہ سب سے عظیم اِرتداد ہے جو عہدِ رسالت سے لے کر آج تک کی اِسلامی تاریخ میں رونما ہوا ہے۔

شریعتِ اسلامی کی اصطلاح میں ”ارتداد“ کے کیا معنی ہیں؟ ایک دین کی جگہ دوسرا دین اور ایک عقیدے کے بجائے دوسرا عقیدہ اختیار کرنا، رسول ﷺ جو تعلیمات لے کر آیا، جو کچھ اس سے تواتر سے منقول ہے او رجو کچھ اسلام میں

قطعی طور پر ثابت ہے اس سے انکار کرنا۔ اور ایک مرتد کیا رویہ اختیار کرتا تھا؟ رسالت محمدی (عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) کا انکار کرتا تھا اور مسیحیت، یہودیت یا ہندو مذہب کی طرف منتقل ہو جاتا تھا۔ یا اِلحاد کی راہ اختیار کرتا اور وحی ورسالت اور آخرت سے منکر ہوتا تھا۔

یہ ارتداد کے وہ معنی ہیں جن سے پرانی دنیا یا پرانی سوسائٹی واقف تھی، ہر وہ شخص جو اپنا دین چھوڑتا تھا، اگر مثال کے طور پر نصرانی بن جاتا تو کلیسا میں داخل ہوتا یا اگر ہندو مذہب اختیار کرتا تو بُت خانے کی راہ لیتا۔ اس کا نتیجہ ہوتا تھا کہ یہ ارتداد سب پر روشن ہو جاتا تھا اور مرتد دُور سے پہچان لیا جاتا تھا۔ ا س کی طرف اُنگلیاں اُٹھتی تھیں اور مسلمان اس شخص سے تمام اُمیدیں منقطع کر لیتے تھے۔

الحاصل: عام طور پر کسی کا ارتدادکوئی راز نہیں ہوا کرتا تھا۔

یورپ کا لایا ہوا فلسفہ:

یورپ نے مشرق میں وہ فلسفے پہنچائے جو دین کی بنیادوں کے انکار پر مبنی تھے، جن کی بنیاد اِس عالم میں کار فرما (متصرّف) قوّت کے اِنکار پر تھی، وہ با شعور قوّت جو اِس دنیا کو عدم سے وجود میں لائی اور جس کے دستِ تصرّف میں کائنات کی زمامِ کار ہے۔ ﴿اَلَا لَہُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ﴾ (خبردار! اسی نے تخلیق کی اور اسی کا حکم چلتا ہے) وہ فلسفے جو عالمِ غیب، وحی، نبوت، شرائعِ سماویہ اور روحانی واخلاقی قدروں کے انکار پر مبنی تھے۔ یہ تھی مغرب کے لائے ہوئے تمام فلسفوں کی مشترک بنیاد۔ جن میں کوئی علم النفس تھا اور کسی کا موضوع بحث سیاست واقتصاد، فلسفے اپنے موضوعات میں خواہ باہم کتنے ہی مختلف تھے، تاہم اس نقطے پر سب ملتے تھے کہ انسان کائنات کو محض بادی نظر سے دیکھیں اور ان دونوں کے ظاہری احوال وافعال کی مادی توجیہہ کریں۔

یہ فلسفے مشرقی اسلامی معاشرے پر حملہ آور ہوئے اور اس کے وطن تک گھس گئے۔ یہ فلسفے سب سے بڑا دین تھے جو تاریخ میں اِسلام کے بعد پیدا ہوئے، سب سے بڑا دین اپنی وسعت اشاعت کے لحاظ سے، سب سے گہرا دین اپنی جڑوں کے لحاظ سے اور سب سے طاقتور دین دلوں اور دماغوں کو مُسخّر کرنے کے لحاظ سے۔ اسلامی ملکوں کا وہ طبقہ جو علم وفہم کے لحاظ سے ممتاز تھا اس دین پر فریفتہ ہوگیا۔ اس نے اسے نہایت خوشگواری کے ساتھ حلق سے اتارا اور اطمینان کے ساتھ ہضم کر لیا وہ اس دین کا ٹھیک اسی طرح پیرو بن گیا جس طرح ایک مسلمان اسلام کا اور ایک مسیحی مسیحیت کا، حتیٰ کہ وہ اس پر جان دیتا ہے، اس کے شعائر کی عزت کرتا ہے، اس کے رہنماؤں اور داعیوں کی عظمت کا کلمہ پڑھتا ہے، اپنے ادب اور تالیفات میں اس دین کی دعوت دیتا ہے اور جو دین، جو نظام اور جو طرز فکر اس کے معارض ہوتا اس کی تحقیر کرتا ہے۔ اس دین کے ہر پیرو سے وہ اخوت کا رشتہ استوار کرتاہے اور اس طرح یہ تمام افراد ایک اُمت، ایک خاندان اور ایک گروہ بن گئے ہیں۔

دین یا لا دینیت:

یہ نیا دین اگرچہ اس کے پیرو اس کو ''دین'' کا نام دینے سے اِنکار کرتے ہوں۔ کیا ہے؟ کائنات کو وجود میں لانے والی اس علیم وخبیر ہستی کا اِنکار جو مالکِ تقدیر بھی ہے اور رہنمائے حیات بھی (اَلَّذِیۡ قَدَّرَ فَہَدٰی) حیات بعد الموت، حشر، جنت ودوزخ، ثواب وعذاب کا انکار، نبوت ورسالت کا اِنکار، شرائع سماویہ اور حدودِ شرعیہ کا اِنکار اور اس حقیقت کا اِنکار کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق پر اپنے برگزیدہ رسول (خاتم الرسل) کی اِطاعت فرض کی ہے اور ہدایت وسعادت کو اس کی پیروی میں منحصر کردیا ہے اور اس بات کا اِنکار کہ اِسلام وہ آخری اور دائمی پیغام ہے جو دین ودنیا کی تمام سعادتوں کا کفیل ہے اور زندگی کا ایک نظام ہے جو سب سے اعلٰی اور افضل ہے اور وہی وہ دین ہے جس کے علاوہ کوئی دین اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔ اور جس کے بغیر دنیا کی فلاح وسعادت کا کوئی اِمکان نہیں اور اس کا اِنکار کہ دنیا انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے اور انسان اللہ کے لئے۔

آج جس طبقے کے ہاتھ میں اکثر ممالکِ اِسلامیہ کی زمامِ حیات ہے، اس کے اَفراد کی ایک بڑی تعداد اِسی دین کی پیروہے، اگرچہ یہ سب پختگی اِیمان اور سرگرمیَ عمل میں ایک درجے کے نہ ہوں، بحمد اللہ! اس طبقے میں خاصی تعداد میں ایسے

افراد بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام کی پیروی کرتے ہیں۔ مگر اس طبقے کا وہ وصف جو افسوس ہے کہ اس پر غالب ہو گیا ہے اور اس کے بہت سے مقتدر افراد کا دین یہی مادہ پرستی اور زندگی کا مغربی فلسفہ ہے جو اِلحاد پر مبنی ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ وہ ارتداد ہے جس نے عالم اسلامی کو اِس سرے سے اُس سرے تک تاراج کیا ہے، گھر گھر اور خاندان خاندان پر اس کا حملہ ہوا ہے۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور اداروں سب پر اس دین کا کوئی پیروکار، پرستار اور عقیدت گزار نہ ہو۔ آپ جب ذرا اس سے تنہائی میں باتیں کریں گے، کچھ چھیڑیں گے اور اندر کی بات اُگلوائیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ ایمان باللہ سے محروم ہوگا ،یا ایمان بالآخرۃ سے خالی ہوگا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ رکھتا ہوگا، یا قرآن کو ایک معجزہ وابدی کتاب اور دستورِ حیات نہ مانتا ہوگا، اور ان میں سب سے غنیمت وہ ہوگا جو کہے گا کہ میں اس قسم کے مسائل پر غور نہیں کرتا اور ان کو کوئی بڑی اہمیت نہیں دیتا۔

ایک لا وارث مسئلہ:

بلا شبہ ارتداد ہے لیکن وہ مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کر سکا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اِس اِرتداد کا مارا ہوا کلیسا یا ہیکل میں نہیں جاتا اور نہ اپنے ارتداد اور تبدیلیٔ مذہب کا اعلان کرتا ہے۔ نہ معاشرہ اس پر چونکتا ہے کہ احتساب وعتاب کی صورت پیش آئے اور فصل وانقطاع کا معاملہ درپیش ہو، پس وہ بدستور اسی سوسائٹی اور معاشرے میں رہتا ہے۔ اپنے تمام حقوق حاصل کرتا ہے، بلکہ معاشرے پر حاوی ہونے تک کا موقع اس کو مل جاتا ہے۔ یہ عالمِ اسلامی کا نہایت اہم مسئلہ اور بڑا قابل فکر معاملہ ہے۔ ارتداد پھیلتا ہے، اسلامی معاشرے پر حملہ آور ہوتا ہے اور کوئی اس پر چونکتا تک نہیں۔ علمائے اُمت اور رِجالِ دین اس سے کو ئی پریشانی اور بے چینی محسوس نہیں کرتے۔ پہلے جب کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تھا تو لوگ اُس کو حل کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد کیا کرتے تھے:

قَضِیَّۃٌ وَلَا أَبَا حَسَنٍ (رَضِيَ اللهُ عَنْہُ) لَہَا۔

ایک پیچیدہ فقہی مسئلہ درپیش ہے لیکن کوئی نہیں جو اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذہانت کے ساتھ حل کرے۔

اِس ارتداد کے موقع پر بے ساختہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شانِ عزیمت یاد آتی ہے اور کہنا پڑتا :

قَضِیَّۃٌ وَلَا أَبَا بَکْرٍ (رَضِيَ اللهُ عَنْہُ) لَہَا۔

ارتداد کی آگ پھیل رہی ہے، لیکن کوئی نہیں جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی اور شانِ عزیمت کے ساتھ اس پر قابو پائے۔

لیکن یاد رکھئے! اس مسئلہ کا علاج جنگ نہیں اور نہ اس پر رائے عامہ کو بھڑکانا درست ہے۔ یہ بر افروختگی اور سختی سے حل نہیں ہو سکتا، بلکہ سختی اُلٹا نقصان پہنچائے گی۔اور فتنے کو اور بھڑکا دے گی۔اسلام خفیہ تحقیقاتی عدالتوں (noitisiuqnI) سے آشنا نہیں ہے، اور نہ وہ جبروظلم کا روادار ہے۔ یہ معاملہ عزم وحکمت اور صبر وتحمل چاہتا ہے، اور اس سے نمٹنے کے لئے غور وفکر اور گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے۔

لا دینیت کی عالمگیر اشاعت کا راز:

یہ نیا دین اسلامی دنیا میں کیوں کر پھیل سکا؟ کیسے اسے یہ طاقت حاصل ہو سکی کہ مسلمانوں پر عین اُن کے گھر کے اندر حملہ آور ہوسکے؟ اور کیونکر اس کے لئے ممکن ہوا کہ لوگوں کی عقلوں اور طبیعتوں پر اس قدر قوت کے ساتھ مستولی (غالب) ہو جائے؟ یہ سب سوالات ہیں جو بڑی گہری اور دقیق فکر اور بڑے وسیع مطالعہ کو چاہتے ہیں۔

قصہ یوں ہوا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں دنیائے اسلام پر تھکاوٹ اور بڑھاپے کے آثار طاری ہونے لگے۔ دعوت وعقیدہ اور علم وعقلیت کے لحاظ سے وہ شدید ضعف وانحطاط کی کیفیت میں مبتلا ہو گئی۔ اسلام تو بے شک بڑھاپے کی منزل سے آشنا نہیں ہے۔ اس کی مثال سورج کی سی ہے کہ قدیم ہونے کے باوجود ہر وقت جدید اور ہر دم جوان، لیکن وہ مسلمان تھے جو ضعف

پیری کا شکار ہو گئے۔ علم میں وسعت، فکر میں ندرت، عقل کی عبقریت، دعوت کے جوش وولولہ اور اسلام کو موثر طریقے پر پیش کرنے کے سلیقہ میں بڑا خلاء محسوس ہوتا تھا۔ مزید برآں یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں سے ربط نہیں رکھا گیا اور نہ ان کے ذہن کو متاثر کرنے کی کوشش کی گئی، حالانکہ آنے والا دور انہیں کا تھا۔ اس نوخیز نسل کو اس بات کا قائل کرنے کی بہت کم کوشش کی گئی کہ اسلام ایک سدا بہار پیغام اور دین انسانیت ہے۔ قرآن ہی تنہا معجزہ اور اَبدی کتاب ہے۔ جس کے عجائبات کی انتہا نہیں، جس کے ذخائرِ فکریہ کا اختتام نہیں اور جس میں جدت اور کہنگی کا گزر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے ایک زبردست معجزہ، تمام نسلوں کے رسول اور تمام زمانوں کے امام ہیں۔ اسلامی شریعت قانون سازی کا ایک معیاری نمونہ ہے۔ اس میں زندگی کے ساتھ چلنے اور اس کے صحیح مطالبات کا جواب دینے کی صلاحیت ہے۔ ایمان وعقیدہ اور اَخلاق وروحانی اَقدار ہی وہ بنیادیں ہیں، جن پر ایک شریف سوسائٹی اور پاکیزہ تمدّن کی عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔ نئی تہذیب کے پاس صرف ذرائع ووسائل ہیں۔ اخلاق وعقائد اور غایات ومقاصد کا سر چشمہ صرف انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات ہیں، اور ایک متوازن اور صالح تمدن کا قیام صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ مقاصد ووسائل صحیح تناسب کے ساتھ جمع ہوں۔

یہ صورتِ حال اور یہ وقت تھا جب یورپ اپنے فلسفوں کا لشکر لے کر اسلامی دنیا پر حملہ آور ہوا۔ وہ فلسفے جن کی تدوین اور تراش وخراش بڑے بڑے فلاسفر اور یگانۂ روزگار شخصیتوں کی ذہنی کاوشوں کا ثمرہ تھے، جنہوں نے ان پر ایسا علمی اور فلسفیانہ رنگ چڑھایا تھا کہ معلوم ہو یہ فکرِ انسانی کی معراج ہے ۔ مطالعہ و تحقیق اور عقلِ انسانی کی پرواز اس پر ختم ہے اور غوروفکر کا یہ وہ نچوڑ ہے، جس کے بعدکچھ اور سوچا نہیں جا سکتا، حالانکہ اِن فلسفوں میں کچھ چیزیں وہ تھیں جو محض ظن و تخمین اور مفروضات وتخیلات پر مبنی تھیں۔ گویا ان میں حق بھی تھا اور باطل بھی، علم بھی تھا اور جہل بھی، محکم حقائق بھی تھے اور شاعرانہ تخیلات بھی۔شاعری یہ نہ سمجھے کہ نظم اور قافیہ بندی ہی میں منحصر ہے، یہ فلسفہ وعلم کے میدان میں بھی ہوتی ہے۔

یہ فلسفے مغربی فاتحین کے جلو (ہمراہی) میں آئے اور مشرقی عقل وطبیعت نے فاتحین کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت بھی قبول کر لی۔ مشرق کے تعلیم یافتہ طبقے نے بڑھ کر اُن کو قبول کر لیا۔ ان لوگوں میں وہ بھی تھے جنھوں نے سمجھ کر قبول کر لیا تھا، مگر وہ کم تھے، زیادہ تر وہ تھے جو ذرا بھی نہیں سمجھتے، لیکن اس پر ایمان بالغیب رکھتے تھے، یہ سب ایک سرے سے مسحور تھے۔ ان فلسفوں پر ایمان لانا ہی عقل وخرد کا معیار بن گیا اور اس کو روشن خیالوں کا شعار سمجھا جانے لگا۔

اس طرح یہ اِلحاد وارتداد اسلامی ماحول اور اسلامی دائروں میں بغیر کسی شورش اور کشمکش کے پھیل گیا۔ نہ باپ اس انقلاب پر چونکے، نہ اساتذہ اور مربّیوں کو خبر ہوئی اور نہ غیرتِ ایمانی رکھنے والوں کو کوئی جنبش ہوئی۔ اس لئے کہ یہ ایک خاموش انقلاب تھا، اس اِلحاد وارتداد کو اختیار کرنے والے کسی کلیسا میں جاکر نہیں کھڑے ہوئے، نہ کسی مَعبد میں داخل ہوئے، نہ کسی بُت کے آگے انہوں نے ڈنڈوت (سجدہ وبندگی) کی اور نہ کسی استھان (مندر وآستانہ) پر جاکر قربانی پیش کی۔ اگلے دور میں یہی سب علامات تھیں جن سے کفر وارتداد اور زندقہ کا علم ہوتا تھا۔

نفاق والحاد:

اگلے مرتدین اُس سوسائٹی سے منسلک ہو جایا کرتے تھے جس کا دین وہ قبول کرتے تھے، اور اپنے عقیدے کی تبدیلی کا صراحت اور جرأت کے ساتھ اعلان کر دیتے تھے، پھر جو کچھ نئے مذہب کی راہ میں انہیں برداشت کرنا پڑتا تھا، برداشت کرتے تھے۔ انہیں اس پر اصرار نہیں ہوتا تھا کہ پرانی سوسائٹی میں جو حقوق اور منافع انہیں حاصل تھے، ان کو محفوظ رکھنے کے لئے اس سوسائٹی سے چپکے رہیں۔ لیکن آج جو لوگ دین اسلام سے اپنا تعلق منقطع کرتے ہیں، وہ اس پر تیار نہیں ہوتے کہ اسلامی سوسائٹی سے بھی اپنا رشتہ کاٹ لیں۔ حالانکہ دنیا بھر میں اسلامی معاشرہ ہی تنہا وہ معاشرہ ہے جس کی تاسیس وترکیب عقیدے کی بنیاد پر ہے۔ اور مخصوص عقائد کے بغیر اسلامی معاشرہ وجود ہی میں نہیں آتا۔ لیکن یہ نئے مرتدین اصرار کرتے ہیں کہ اس معاشرے کے نام پر فوائد حاصل کرتے ہوئے اپنی جگہوں پر جمے رہیں اور اسلام کے بخشے ہوئے تمام حقوق سے متمتع (فائدہ اُٹھانے والے) ہوتے رہیں۔یہ ایک نرالی صورت حال ہے، جس سے اسلام کی تاریخ کو کبھی سابقہ (واسطہ) نہیں پڑا تھا۔

جاہلی عصبیت اور مذہبی قوم پرستی:

ان فلسفوں نے جہاں ایک طرف عقائد اور اخلاقی قدروں کو مجروح کیا ہے، وہاں ان جاہلی جذبات واحساسات کی تخم ریزی بھی دنیائے اسلام میں کی ہے، جن سے اسلام نے کھل کر جنگ کی تھی اور جن پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری قوت سے چوٹ لگائی تھی۔ مثال کے طور پر عصبیتِ جاہلیہ کو لیجئے جو نسل، وطن یا قومیت کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس کی اس قدر تقدیس کی جاتی ہے، اس طرح اُس پر جان دی جاتی ہے اور انسانی برادری کو اس کی بنیادوں پر تقسیم کرنے میں اتنا غلو (افراط) پیدا ہوجاتا ہے کہ یہ (عصبیت) ایک مستقل عقیدہ اور ایک مستقل دین بن جاتی ہے۔ دل ودماغ پر اس طرح اس کا قبضہ ہو جاتا ہے کہ ساری زندگی کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔ یہ اپنی ہمہ گیری، اپنی طاقت اور اپنے اثرات کی گہرائی اور مضبوطی کے لحاظ سے بلا شبہ دین ومذہب کی حریف ہے اور اس کی گرفت انسان کی پوری زندگی پر ہوتی ہے۔ یہ جب کسی معاشرے پر چھا جاتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی کوششوں اور کارناموں پر پانی پھر جاتا ہے۔ اور دین عبادت اور چند رسوم ورواج کے دائرے میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے، جو پوری زندگی پر فرمانروائی کے لئے آیا تھا، پھر اس کے نتیجہ میں عالم انسانیت چند متحارب کیمپوں میں تقسیم ہو جاتا ہے، اور وہ "اُمتِ واحدہ" (جس کے متعلق پروردگارِ عالم کا ارشاد ہوا تھا: ﴿وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴾ (المؤمنون: ۵۲) (اور یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا ربّ ہوں، سو تم مجھ سے ڈرتے رہو) پارہ پارہ ہوکر بے شمار اُمتوں میں بٹ جاتی ہے۔

اسلام اس عصبیت سے کیوں برسر جنگ ہے؟

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عصبیتِ جاہلیہ کے خلاف پوری شدت سے جنگ کی تھی۔ اس کے بارے میں اپنی اُمت کو صاف الفاظ میں آگاہی دی تھی اور ہر اُس بنیاد پر تیشہ (بسولا) چلایا تھا، جس سے یہ (عصبیت) اُبھر سکتی ہے اور اس باب میں یہ رویہ ضروری بھی تھا۔

اس لئے کہ ان عصبیتوں کے ساتھ ایک عالمی دین کے قیام کا کوئی امکان نہیں تھا، اور اُمتِ واحدہ کی وحدت چار دن بھی سلامت نہیں رہ سکتی تھی۔ اس عصبیت کی مذمت اور اس کی تردید شریعتِ اسلامیہ میں ایک مسلّم حقیقت ہے۔ بیشمار نصوص ہیں جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں، بلکہ اسلام کا اس عصبیت سے بُعد (دوری) ایک بدیہی چیز ہے۔ جو شخص اسلام کے مزاج ہی سے بلکہ مطلق دینی مزاج ہی سے واقف ہوگا، اس پر بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ یہ مزاج ان عصبیتوں کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتا۔ سیاسی رُجحانات وخیالات سے خالی الذہن ہو کر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ بین الانسانی تفریق اور عام انسانیت کی تباہی وتخریب میں جو عوامل کارفرما رہے ہیں، ان میں ان جاہلی عصبیتوں کا درجہ بہت اونچا ہے، پس قدرتی بات ہے کہ :

جو انسان اس لئے آیا ہو کہ پوری دنیا کو ایک اِکائی بنائے۔
جو اِس لئے آیا ہو کہ تمام نوعِ انسانی کو ایک جھنڈے کے نیچے
اور ایک عقیدے پر جمع کرے۔
جو اِس لئے آیا ہو کہ ایک نیا معاشرہ وجود میں لائے جو دین ربّ العالمین
پر ایمان کی بنیادوں پر استوار ہو۔
جو اِس لئے آیا ہو کہ خار زار عالم میں امن سلام کے پھولوں کی سیج بچھائے۔
جو اِس لئے آیا ہو کہ انسانیت کے پورے خاندان کو محبت واُلفت
کی ایک لڑی میں پروئے۔
جو اِس لئے آیا ہو کہ انہیں باہم شیر وشکر کرکے اس طرح
یک جان بنادے کہ ایک کو دُکھ ہو تو دوسرا بھی تڑپے۔

اس مشن کے حامل انسان کے لئے تو بالکل قدرتی اور عقلی بات ہے کہ وہ ان نسلی، قومی اور عصبیتوں کے خلاف کھلا اعلان جنگ کرے اور اس انتہائی حد تک ان کے خلاف لڑے کہ یہ قصہَ ماضی بن کر رہ جائیں۔

ممالکِ اسلامیہ میں ’’قوم پرستی‘‘ کی مقبولیت:

لیکن یورپ کے سیاسی اور ثقافتی غلبہ کے بعد سے دنیائے اسلام کا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے وجود میں آئی حال یہ ہے کہ وہ انہیں عصبیتوں کو اپنے دل ودماغ میں جگہ دے رہی ہے اور اس طرح انہیں مانے جارہی ہے جیسے کوئی علمی نظریہ اور کوئی حقیقتِ ثابتہ ہو، جس سے مفر (بھاگنے کی جگہ) نہ ہو۔ آج اس دنیائے اسلام کا حال یہ ہے کہ اس میں بسنے والی تمام قومیں حیرت انگیز حد تک ان عصبیتوں کو زندہ کرنے اور ان کے گن گانے کی طرف راغب ہیں، جن کو اسلام ہی نے موت کے آغوش میں سُلایا تھا، حتیٰ کہ ان قومی وجاہلی شعائر کے اِحیاء کا جذبہ بھی آج موجزن ہے، جو کھلی ہوئی بت پرستی کا مظہر ہیں۔ ان ملکوں میں اس عہد قبل الاسلام کو سرمایۂ افتخار گردانا جارہا ہے، جسے اسلام ’’جاہلیت‘‘ اور صرف جاہلیت کا نام دیتا ہے۔ اور یہ وہ لفظ ہے جس سے زیادہ وحشت اور تنفر انگیز کوئی دوسرا لفظ اسلام کی لغت میں موجود نہیں، جس سے نجات پانے کو قرآن مسلمانوں پر احسان ٹھہراتے ہے اور تلقین کرتا ہے کہ مسلمان اس نعمت کا شکریہ ادا کریں۔

اور اپنے اوپر اللہ کا اِحسان یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن تھے، پس اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈالی ، سو اَب تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پرتھے تو اس سے تم کو نجات دی۔ (آل عمران: ۱۰۳)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی راہ دی، اگر سچ کہو۔ (الحجرات: ۱۷)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وہی ہے جو اپنے بندے پر صاف آیتیں اتارتا ہے تاکہ تم کو اندھیروں سے اجالے میں نکال لائے اور اللہ تم پر نرمی کرنے والا مہربان ہے۔ (الحدید: ۹)

ممالک اسلامیہ میں دورِ ’’جاہلیت‘‘ کا اعزاز:

لیکن بہت سے اسلامی ملکوں اور مسلمان قوموں کا حال اس وقت یہ ہے کہ وہ صرف مغربی فلسفوں اور اہلِ مغرب کی طرزِ فکر سے مرعوبیت کے ما تحت اپنے قبل از اسلام کے عہد اور اس عہد کی تہذیب ورسوم کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں۔ ان میں اس عہد سے دلی لگاؤ سا پیدا ہوتا جارہا ہے۔ ان میں خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ اس عہد کے شعائر کو زندہ کریں اور اس کے مشاہیر، بادشاہوں اور ناموروں کو تاریخ کی زندۂ جاوید ہستیوں میں جگہ دِلادیں، گویا یہ ان کا زرّیں دور تھا اور کوئی نعمت تھی جو اسلام نے ان سے چھین لی۔ العیاذ باللہ! یہ کیسی کھلی ناشکری اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی کیسی ناقدری ہے؟! اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کفر وبت پرستی کی شناخت دلوں سے نکل گئی ہے اور جاہلی خرافات سے کوئی نفرت باقی نہیں رہی۔ اور یہ وہ باتیں ہیں کہ ایک با شعور مسلمان کے متعلق ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، ان پر تو ایمان اگر سلب ہو جائے، اسلام کی دولت سے محروم کر دیا جائے اور اللہ کی رحمت کے بجائے اس کا عتاب سامنے آجائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

قرآن نے آگاہ کیا ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ مِنْ اَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾

(ہود: ۱۱۳)

دینی واخلاقی انتشار:

ان قوم پرستانہ رُجحانات کے علاوہ ایک اور فتنہ بھی ہے، جس سے آج کا عالمِ اسلام دوچار ہے، اور وہ ہے اونچے طبقوں میں آنکھیں بند کرکے مادیات کے پیچھے دوڑنے کا رجحان کہ ہر عقیدہ اور ہر قدر اُس پر قربان، دوسرے الفاظ میں دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کا رُجحان، دنیاوی زندگی پر فریفتگی اور نفس پرستی کا رُجحان، اور پھر اس کے نتیجے میں جو کچھ ہوا کرتا ہے۔ یعنی اخلاقی بے راہ روی، محرّماتِ الٰہیہ کا استخفاف، فسق وشراب کا شیوہ وعموم اور اسلامی فرائض وقیود سے اس طرح کلی آزادی، جیسے اس طبقہ کا کوئی تعلق اسلام سے نہیں یا اسلامی شریعت منسوخ ہو چکی ہے۔ اور وہ کوئی داستانِ پارینہ اور قصہ وافسانہ ہے۔ دنیائے اسلام کے تمام ملکوں کے اونچے طبقے کے افراد میں بہت بڑی تعداد آپ کو اسی رنگ اور اسی مسلک کی ملے گی۔ گویا ایک ہی تصویر ہے، جس کی مختلف کاپیاں کر دی گئی ہیں۔ ﴿فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عالمِ اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ:

عالم اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ اجمال کے پیرائے میں آج کے عالمِ اسلامی کی دینی اور اعتقادی تصویر، اس تصویر میں جو کچھ نظر آتا ہے میرے نزدیک یہ جاہلیت کی ایک موج ہے، جو اِسلام کا سارا سرمایہ بہائے لئے جارہی ہے۔ دنیائے اسلام کو اپنی پوری تاریخ میں اس سے زیادہ سرکش موج سے سابقہ نہیں پڑا، نہ اس جیسی طاقتور مخالف موج کا سامنا عالمِ اسلامی کو کبھی ہوا ہے اور نہ اس جیسی ہمہ گیر موج کا، اور پھر اس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس کی ہلاکت خیزیوں پر چونکنے والے کم ہیں اور وہ تو کم سے بھی کمتر ہیں جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ اور اپنی ساری قوتوں کا سرمایہ لے کر اس کے مقابلے پر ڈٹ گئے ہوں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں یونانی فلسفے کے اثر سے جونہی اِلحاد وزندقہ پھیلنا شروع ہوا، فوراً ایسی ہستیاں سامنے آکھڑی ہوئیں جنھوں نے اپنے علمی تبحّر، عظیم عقلیت، نادرۂ روزگار ذکاوت اور قومی شخصیت کے سارے ہتھیاروں سے اس کے خلاف جنگ کی، ایسے ہی باطنیت اور ملاحدہ کی جماعت کا ظہور ہوا تو اس کے مقابلے میں بھی علم وحکمت اور دلیل وبرہان کی تلواریں لے کر اِسلام کے سرفروش میدان میں آ کودے، چنانچہ اسلام ان ہر وقت نصرتوں کی بنا پر علمی وعقلی اعتبار سے ایسی مضبوط پوزیشن میں رہا کہ مخالفت کی موجیں اُٹھتیں اور سر ٹکرا کر واپس چلی جاتیں، سیلاب کے ریلے آتے اور بے اثر ہو کر گزر جاتے۔

اوّلین مسئلہ:

عالمِ اسلام کا وہ مسئلہ جو طوفان بن کر کھڑا ہوا ہے اور جس کا رُخ براہِ راست دین کی طرف ہے، کفر وایمان کا یہی مسئلہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسلامی دنیا اسلام پر قائم رہے گی یا اس کا قلادہ اپنی گردن سے اتار دے گی؟ ... اسلامی دنیا میں آج معرکہ برپا ہے۔ جس میں ایک طرف مغرب کا فلسفہ لادینیت ہے، دوسری طرف اسلام... خدا کا آخری پیغام۔ ایک طرف مادیت ہے اور دوسری طرف آسمانی شریعت، میں سمجھتا ہوں کہ یہ دین اور لا دینیت کا آخری معرکہ ہے اور اس کے بعد دنیا دونوں میں سے کسی ایک رُخ کو اختیار کرے گی۔

سب سے بڑی دینی ضرورت:

وقت کا فریضہ اور عصرِ حاضر کی سب سے بڑی دینی ضرورت یہ ہے کہ لادینیت کی اس طوفانی موج کا مقابلہ کیا جائے، جو عالمِ اسلام کے سر سے گزر رہی ہے۔ نہیں! بلکہ آگے بڑھ کر اس کے قلب ومرکز پر حملہ کیا جائے۔ وقت کا تجدیدی کام یہ ہے کہ اُمت کے نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام کے احساسات وعقائد، اس کے نظام وحقائق اور رسالت محمدی پر وہ اعتماد واپس لایا جائے، جس کا رشتہ اس طبقے کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے۔

آج کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ اس فکری اضطراب اور ان نفسیاتی اُلجھنوں کا علاج بہم پہنچایا جائے، جن میں آج کا تعلیم یافتہ نوجوان بری طرح گرفتار ہے اور اس کی عقلیت اور علمی ذہن کو اسلام پر پوری طرح مطمئن کر دیا جائے۔

آج کا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جاہلیت کے وہ بنیادی افکار جو دل ودماغ میں گھر کر گئے ہیں، ان سے علم اور عقل کے میدان میں نبرد آزمائی کی جائے یہاں تک کہ اسلام کے اُصول ومبادی پھر سے ایمانی جذبات کے ساتھ ان کی جگہ لے لیں۔

کامل ایک صدی گزرتی ہے کہ یورپ ہمارے نوجوان اور ذہین طبقے پر چھاپے مار رہا ہے، شرک والحاد، نفاق وارتیاب (شک) کا ایک طوفان ہے جو اس نے ہمارے دل ودماغ میں برپا کر رکھا ہے، غیبی اور ایمانی حقائق پر اعتماد متزلزل ہو رہا ہے اور سیاست اور اقتصاد کے مادہ پرستانہ نظریات اس جگہ پر قابض ہورہے ہیں ... کامل ایک صدی سے اس شکست وبخت کا سلسلہ جاری ہے، لیکن ہمیں اس کے مقابلے کی کوئی فکر نہیں ہوئی، ہم نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق قدیم علمی ترکہ پر اضافہ کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی کہ یورپ کے ان فلسفوں کو سمجھیں اور پھر ان کا علمی محاسبہ کریں، بلکہ سرجنوں کی طرح ان کا پوسٹ مارٹم کریں۔ ہمارا سارا وقت سطحی بحثوں کی نذر ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اس صدی کے آخر میں ہمارے سامنے گویا یکا یک یہ منظر آیا کہ ایمان وعقیدہ کی دنیا متزلزل ہے اور ایک ایسی نسل تیار ہو کر بر سرِ اقتدار آچکی ہے، جو نہ اسلام کے عقائد ومبادی پر ایمان رکھتی ہے، نہ اسلامی جذبات اور اسلامی حمیت سے معمور ہے اور نہ اس کا کوئی علاقہ اپنی مومن ومسلم قوم سے اس کے سوا ہے کہ قومیت کے خانے میں اس کا شمار بھی مسلمانوں میں ہوتا ہے، یا اگر کچھ تعلق ہے تو وہ محض سیاسی مصالح کی حد تک، بس اس کے سوا کوئی تعلق نہیں، اور اَب اس سے بھی آگے بڑھ کر صورت حال یہ ہے کہ یہ لادینی مزاج اور لادینی اندازِ فکر ادب وثقافت اور صحافت وسیاست کے راستے سے جمہور تک پہنچ چکا ہے اور مسلمان قوموں کے سر پر عمومی پیمانے کی لا دینیت کا خطرہ منڈلا رہا ہے۔

خاکم بدہن! وقت کی رفتار، وہ وقت قریب لا رہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے میدان سے کہیں بے دخل کرکے نہ رکھ دیا جائے۔

دعوتِ ایمان:

یہ وقت عالم اسلامی میں ایک نئی اسلامی دعوت کا متقاضی ہے۔ اس دعوت وجدوجہد کا نعرہ اور نشانہ ہو۔ ”آؤ پھر سے اسلام پر ایمان پیدا کریں!“ لیکن تنہا نعرہ کافی نہیں ہے۔ اس میں پہلے وہ نفسیاتی راستہ سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے، جس سے عالم اسلامی کے موجودہ بر سرِ اقتدار طبقہ کے دل ودماغ تک پہنچا جا سکے اور اسے اسلام کی طرف لوٹایا جا سکے۔

بے غرض داعیوں کی ضرورت:

آج عالم اسلام کو ایسے مردانِ کار کی ضرورت ہے جو صرف اسی دعوت کے پیچھے ہو رہیں۔ اپنا علم، اپنی صلاحیتیں اور اپنا مال ومتاع اس کے لئے وقف کردیں، کسی جاہ ومنصب یا عہدہ وحکومت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں، کسی کے لئے ان کے دل میں کینہ وعداوت نہ ہو۔ فائدہ پہنچائیں، مگر خود فائدہ نہ اٹھائیں۔ دینے والے ہوں، لینے والے نہ ہوں۔ ان کا طرزِ عمل سیاسی رہنماؤں کے طرزِ عمل سے ممتاز اور ان کی دعوت وجدوجہد سیاسی تحریکات (جس کا مطمحِ نظر محض حصولِ اقتدار ہوتا ہے) مختلف اور جداگانہ ہو، اخلاص ان کا شعار ہو اور نفس پرستی، خود پسندی اور ہر قسم کی عصبیت سے بالا تری ان کا امتیاز۔

دعوت کے لئے علمی اداروں کی ضرورت:

اس پر اضافہ یہ ہے کہ آج ایسے علمی ادارے (SEIMEDACA) عالم اسلامی کی بڑی اہم ضرورت ہیں، جو ایسا طاقتور نیا اسلامی ادب پیدا کریں جو ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دوبارہ کھینچ کر اسلام ...... وسیع معنی میں اسلام ...... کی طرف لا سکے، جو انہیں مغرب کے اُن فلسفوں کی ذہنی غلامی سے نجات دلا سکے، جنہیں ان میں سے کچھ نے سوچ سمجھ کر اور زیادہ تر نے محض وقت کی ہوا سے متاثر ہو کر حرزِ جان (بہت عزیز سمجھنا) بنا لیا ہے ...... وہ ادب ...... جو ان

کے دماغوں میں از سرِ نو اسلام کی بنیادیں اٹھائے اور قلب وروح کی غذا بنے ...... اس کام کے لئے عالم اسلام کے ہر گوشے میں آج ایسے اربابِ عزیمت درکار ہیں جو معرکے کے اختتام تک اس علمی محاذ پر جمے رہیں۔ میں اپنے بارے میں صراحت کے ساتھ بتادینا چاہتا ہوں کہ زندگی کے کسی لمحے اور کسی وقفے میں بھی ان لوگوں میں نہیں رہا ہوں، جو دین وسیاست کی تفریق کے قائل ہیں، نہ میں ان لوں میں ہوں جو دین کی ایسی تعبیر کرتے ہیں، جس سے وہ زندگی کے ہر نظام اور حالات کے ہر سانچے میں (خواہ وہ اسلام سے کتنا ہی ہٹا ہوا ہو) فٹ ہو جائے اور ہر رنگ کی سوسائٹی میں جڑ جائے اور نہ میرا تعلق کبھی اس گروہ سے رہا ہے جو سیاست کو قرآن کے شجرۂ ملعونہ ...... الشجرة الملعونة فی القرآن کا مصداق سمجھتا ہے، میں ان لوگوں کی اگلی صف میں ہوں جو مسلمان قوموں میں صحیح سیاسی شعور کے داعی ہیں اور ہر اسلامی ملک میں صالح قیادت کو بروئے کار دیکھنا چاہتے ہیں، میں ان لوگوں میں ہوں جن کا اعتقا ہے کہ دینی معاشرہ اُس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک دین کو اقتدار حاصل نہ ہو اور حکومت کا نظام اسلامی بنیادوں پر استوار نہ ہو، میں اس کا داعی ہوں اور زندگی کے آخری سانس تک رہوں گا۔

ماضی کے تجربے:

لیکن بات ترتیب اور تقدیم اور تاخیر کی ہے۔ دینی حکمت اور دینی تفقّہ کی ہے اور سوال حالات کے تقاضہ کا ہے، اب تک ہماری کوششیں اور ہماری صلاحیتیں، ہمارے وسائل اور ہمارے اوقات سیاسی تنظیمی تحریکات کی نذر ہو رہے ہیں، اور یہ ساری جہد وحرکت اس مفروضے پر رہی کہ قوم میں پورا پورا ایمان ہے اور قوم کی قیادت ...... جو لا محالہ تعلیم یافتہ طبقے ہی سے ہوتی ہے ...... وہ بھر پوری طرح مسلمان ہے۔ اسلام کے عقائد ومبادی پر اس کا ایمان ہے، اسلام کی سربلندی کے لئے اس کے دل میں جوش وجذبہ ہے اور حدود و احکام کے نفاذ کے لئے بھی وہ تیار ہے۔ حالانکہ بات بر عکس ہے۔ قوم کا حال یہ ہے کہ ایمان میں ضعف اور اخلاق میں انحطاط آچکا ہے، لیکن اس کا نہ ہمیں پتہ چلا نہ خود قوم کو شعور ہوا۔ تعلیم یافتہ اور اونچے طبقے کا حال یہ ہے کہ مغربی فلسفوں اور سیاست واقتدار کے اثر سے پیشتر افراد میں عقیدہ گویا پگھل چکا ہے، بلکہ بہتوں کا حال تو یہ ہو چکا ہے کہ اسلامی عقیدے سے کھلے باغی اور مغربی فلسفوں کے لائے ہوئے افکار وعقائد پر دل کی گہرائیوں سے ایمان، اُن کے لئے دنیا سے لڑ جانے کا جوش وولولہ، اور ان کی نشرو اشاعت کا جنون، یہ فکر کہ زندگی کا نظام ان فلسفوں کی روشنی اور ان کی دی ہوئی بنیادوں پر استوار کیا جائے، اور یہ کوشش کہ پوری قوم کو اس لادینیت سے مانوس کیا جائے۔ یہ ہے اس طبقے کے بہت سے افراد کا ذہنی حال۔ پھر عمل کے میدان میں بعض جلد باز ہیں، بعض تدریج کے قائل ... بعض اس لادینی رُجحان کو طاقت کے زور سے قوم پر ٹھونس دینا چاہتے ہیں ، اور بعض قوم کو اس شیشے میں خوبصورتی کے ساتھ اُتارنے کی راہ پر گامزن ہیں، مگر منزل سب کی ایک اور مقصد وہدف سب کا واحد۔

دینی طبقے کے دو متضاد گروہ:

اس طبقے کے بارے میں ہمارا دینی طبقہ ...... (بشرط یہ کہ یہ تعبیر درست بھی ہو، کیونکہ اسلام میں کوئی مخصوص دینی طبقہ اور پاپائیت جیسی کوئی چیز نہیں ہے) اپنے رویّہ کے اعتبار سے دو گروہوں میں تقسیم ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جو اس سے بر سرِ جنگ ہے۔ اس کی تکفیر کرتا

ہے اور اس کے سائے سے بھی دُور رہنا پسند کرتا ہے، لیکن ان اسباب وعِلَل کی جستجو سے بالکل مستغنی ہے جنھوں نے اس طبقے میں لادینیت کا رُجحان پیدا کیا۔ یہ گروہ اس کا قائل نہیں کہ اس طبقے سے اختلاط پیدا کیا جائے، دین اور رجالِ دین سے اس کی وحشت دور کی جائے۔ اگر کوئی ایمان وخیر کا ذرہ اس میں موجود ہے تو اُسے بڑھوا دیا جائے، موثر اسلامی لٹریچر کے ذریعہ اس کے اندر دینی افکار اُتارے جائیں، اس کے جاہ ومال اور قوت واقتدار سے استغنا دِکھا کر اسلامی کردار کی عظمت کا نقش قائم کیا جائے، مخلصانہ اور حکیمانہ نصیحت کی جائے، اور اس طرح اس کے احوال اور دماغ کو بدلا جائے۔

دوسرا گروہ اس کے بالکل ضد ہے، وہ اس طبقے سے تعاون کرتا ہے، مال وجاہ میں اس کا شریک بنتا ہے، اس کے ذریعہ اپنی دنیا بناتا ہے، اس کا دین سنوارنے کی فکر نہیں کرتا۔ پس اس گروہ میں نہ کوئی دعوتی روح ہے نہ دینی غیرت کا مظاہرہ۔ نہ یہاں اس بگڑے ہوئے طبقے کی اصلاح کی کوئی حرص وفکر پائی جاتی ہے اور نہ اُسے اس قرب وتعاون میں کوئی پیغام ملتا ہے۔

اصلاح اور دینی انقلاب کے لئے جس گروہ کی ضرورت ہے:

ایسا کوئی گروہ نہیں جو اس صورت حال پر دردمند ہو، جو یہ سمجھے کہ یہ اونچا تعلیم یافتہ طبقہ مریض ہے، مگر علاج کے لائق اور شفایابی کے قابل، اور پھر اس کے علاج کی فکر کرے، حکمت ونرمی کے ساتھ دین کی دعوت لے کر اس میں گھسے، اور بے لوث نصیحت کا حق ادا کرے۔ ایسا کوئی تیسرا گروہ نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اس مغرب زدہ عنصر کو دین اور دینی ماحول سے قریب ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ اس کی ساری زندگی اس ماحول سے وحشت اور دوری میں کٹتی ہے اور پھر اس کے بُعد ووحشت کو اہلِ دین کا گروہ اور بڑھا دیتا ہے، ایسے ہی وہ ایک گروہ بھی اس بُعد ووحشت میں اضافے کا سبب بنتا ہے جو دین کے نام پر اس طبقے سے جاہ ومنصب اور حکومت وسلطنت کے لئے جنگ کرتا ہے۔ یہ دونوں گروہ سوائے اس کے کچھ نہیں کرتے کہ اس طبقے کو دین سے خائف کریں اور ایک بُغض وعناد کی کیفیت پیدا کریں، انسان کی فطرت ہے کہ اگر وہ دنیا کا حریص ہے تو اس معاملے میں اپنے کسی رقیب کو برداشت نہیں کر سکتا، اگر حکومت وسلطنت ہی اس کا مقصدِ زندگی ہے تو اس میدان کے حریف کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا اور اگر بندۂ نفس اور خوگر عیش وعشرت ہے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس دنیا میں کسی کو سہیم وشریک بننے کی اجازت دے دے۔

عالم اسلامی کے درد کی دوا آج وہ گروہ ہے، جو خواہشات سے بلند اور داعیانہ بے غرضی کا پیکر ہو، ہر اُس بات سے دامن بچائے جس سے وہم بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا کی طلب ہے یا اس کا مطمحِ نظر اپنے لئے، اپنی پارٹی کے لئے یا اپنے خاندان کے لئے حکومت واقتدار کا حصول ہے، وہ گروہ جو اس طبقے سے میل ملاقات کے ذریعہ، مراسلات اور گفتگو کے ذریعہ، دعوتی اسفار کے ذریعہ، پُراثر اسلامی ادب کے ذریعہ، شخصی روابط کے ذریعہ، پاکیزہ کردار اور علو اخلاق کے ذریعہ، زہد و استغنا اور پیغمبرانہ اخلاق کی پُراثر نمائندگی کے ذریعہ اُن نفسیاتی اور عقلی گرہوں کو کھول دے جو مغربی علوم نے پیدا کی ہوں، یا دینی طبقہ کی بے تدبیری سے پڑی ہوں، یا کم فہمی، کم نظری اور اسلام اور اس کے صحیح ماحول سے بُعد ان کا سبب ہوا ہو۔

اس طرز پر کام کرنے والوں کی کامیابی:

یہی وہ گروہ ہے جس سے ہر دور میں اسلام کی خدمت بن آئی ہے۔ اُمورِ سلطنت کا رُخ پھیر دینے اور تختِ خلافت پر عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو لا بٹھانے کا سہرا اِسی گروہ کے سر ہے۔ جس کی نمائندگی رجاء بن حیوۃ نے کی اور پھر ہندوستان میں مغل سلطنت میں اسی نوعیت کا انقلاب بھی اسی گروہ کا رہینِ منت ہے۔ اکبر جیسے طاقتور بادشاہ نے اسلام سے انحراف کرکے اور کھلی اسلام دشمنی پر کمر باندھ کے گویا یہ تہیّہ کر لیا تھا کہ اس اسلامی برّ اعظم کو جو چار صدیاں اسلامی حکومت کے سائے میں گزار چکا تھا، پھر پرانی جاہلیت کے سانچے میں ڈھال دے۔ لیکن اس حکیمانہ دعوت اور ایک ایسے حکیم اور داعئ اسلام کے ظہور میں آنے کے طفیل جس نے اسلام کے لئے خلوص اور اس کے تفقہ کا حق ادا کیا... اور اس کے جانشینوں کی کوششوں کے طفیل یہ ملک ایک بار اسلام کے ہاتھ سے نکل کر ہاتھ میں آ یا... اور پہلے سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ آیا۔ اکبر کے تخت پر پے درپے ایسے بادشاہ آئے جن میں سے ہر ایک اپنے پیش رو سے بہتر تھا، حتیٰ کہ نوبت اورنگ زیب عالمگیر تک پہنچی وہ اورنگ زیب جس کا ذکر تاریخ اسلام اور تاریخ اصلاح کا ایک زرّیں باب ہے، اور معلوم ہے کہ تاریخ ہمیشہ دُہرائے جانے اور بار بار دُہرائے جانے کے لئے تیار ہے۔ اُسے کبھی اس عمل سے انکار نہیں ہوا۔ بس بات صرف اس وقت کی رہی ہے، جو اس کا رُخ پھیر سکے اور اسلام کے تابندہ ادوار کو دُہرا کر لانے والی قوت صرف دعوت اور یہی حکمت واخلاص ہے۔

سنگین صورتِ حال:

اس صورت حال کا ہمیں ہمت واستقلال اور حکمت ودانائی کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ دنیائے اسلام پر آج ایک دینی، فکری اور تہذیبی ارتداد کی سخت مصیبت آئی ہوئی ہے۔ یہ مصیبت اُن تمام لوگوں کے غور وفکر کا موضوع بن جانی چاہئے جو اسلام کا درد رکھتے ہیں، آج ہر اسلامی ملک کے جدید تعلیم یافتہ طبقے کے بہت سے افراد کا حال یہ ہے کہ اعتقاد وایمان کارشتہ اُن کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے، اخلاقی بندشیں وہ توڑ کر پھینک چکے ہیں۔ اندازِ فکر اُن کا سر تا سر مادی ہو چکا ہے۔ اور سیاست میں انہوں نے لادینیت کا نظریہ اپنالیا ہے۔ اگر ’’اکثر‘‘ کا لفظ بولتے ہوئی مجھے خوف بھی ہو تو میں یہ ضرور کہوں گا کہ ان میں بہت سے ایسے ہیں، جو اسلام پر ایک عقیدے اور ایک نظام کی طرح ایمان نہیں رکھتے، اور مسلمان عوام... باوجود یہ کہ اُن میں خیر وصلاح کے تمام جوہر موجود ہیں اور وہ اپنی طبیعت سے انسانیت کا صالح ترین گروہ ہیں ...
اس طبقے کی علمی بالاتری، ذہنی تفوّق اور اثر ونفوذ کی بناء پر اس کے ماتحت اور مطیع ہیں۔

اگر یہ صورت حال یوں ہی چلتی رہی تو یہ الحاد وفساد عوام میں بھی گھس کر رہے گا، دیہاتوں کے سادہ دل مسلمان بھی اس کی لہروں سے نہ بچ سکیں گے، کھیت اور کارخانوں کے مزدوروں کا بھی دین وایمان یہ پلٹ کر چھوڑے گا۔ یہ سب کچھ اسی رفتار اور انداز سے یورپ میں ہو چکا ہے اور اگر حالات کا رُخ اور رفتار یہی رہی اور اللہ کا ارادۂ قاہرہ بیچ میں حائل نہ ہوگیا تو یہاں میں بھی سب کچھ ہونے جارہا ہے۔

کام کی فوری ضرورت:

اس فریضے کی ادائیگی میں ایک دن بھی تاخیر کا موقع نہیں ہے، دنیائے اسلام کو ارتداد کی بڑی زبردست لہر کا سامنا ہے۔ ایسی لہر جو اس کے عزیز ترین طبقوں اور بہترین حصوں میں پھیل چکی ہے۔ یہ اس عقیدے، اس نظام واخلاق اور اُن اقدار کے خلاف بغاوت ہے، جو دنیائے اسلام کی سب سے برتر متاع ہے۔ اگر یہ دولت ضائع ہوگئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ ہے، جسے نسلوں پر نسلیں منتقل کرتی ہوئی لائی ہیں، اور جس کی راہ میں اسلام کے جانبازوں نے مصائب کے کتنے ہی پہاڑ اٹھائے ہیں، تو سمجھ لیجئے کہ عالم اسلام بھی گیا۔

کیا ہم اس حقیقت اور وقت کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے؟

شیخ اسامہ شہید رحمہ اللہ کے تحریک طالبان پاکستان کے بارے میں تاریخی الفاظ

شیخ اسامہ رحمہ اللہ نے فرمایاہم یعنی تنظیم القاعدہ کے ساتھی اللہ کوگواہ بناکرکہتےہیں کہ ہم مولاناعبدالرشیدغازی ؒ اواُن کے ساتھیوں کابدلہ پرویزاوراُن کے ساتھیوں سے ضرورلینگےاسی طرح ہم ہراُس طاہرہ وپاکیزہ خون کابدلہ لےکررہیں گےجوان ظالموں کےہاتھوں سےبہاجن میں سرِفہرست ابطال اسلام کاوہ لہو ہےجووزیرستان میں بہایاگیاخواہ شمالی وزیرستان میں ہویاجنوبی وزیرستان میں اوراسی پاکیزہ لہومیں دومحترم قائدین ِجہادکمانڈرنیک محمداورعبدللہ محسودرحمہ اللہ کےخون بھی شامل ہیں۔

یقیناًوزیرستان کےقبائل نےعالمی کفریعنی امریکہ اوراس کےحلیفوں اوراُن کی آلہ کاروں کےآنکھوں میں آنکھیں ڈال کراستقامت کےساتھ ایک تاریخی کرداراداکیایہ ایک ایساکردارہےجوبڑے بڑےممالک بھی اداکرنےسےعاجزرہےان کےاس ثابت قدمی کااصل سبب ان کااللہ تعالیٰ پرایمان اوراسی پرتوکل ہے انھوں نےاللہ ہی کےخاطرعظیم مالی اورجانی قربانیاں دی میں اللہ سےدعاکرتاہوکہ اس راہ میں جوکچھ بھی اُن سےچھین لیااللہ تعالیٰ انھیں اس سےبہترنعمل البدل عطاءفرمائےمسلمان کبھی بھی اہل وزیرستان کایہ کردارنہ بھولیں گےنہ علماءاسلام قائدین امت اورابنائے امت کایہ خون یونہی رائیگاجانےدیاجائےگاجب تک ہمارےجسم وجان میں خون کاآخری قطرہ بھی موجودہےاللہ تعالیٰ سےدعاہےکہ وہ ہمیں یہ عہدپورا کرنےکےتوفیق عطافرمائے۔

اےاللہ اےہمارے رب ہمارےجوبہنیں اوربھائی جوقتل کرڈالے گئےاُن کے شہادتیں قبول فرمااورزخمیوں کواپنےخصوصی کرم سےشفادے اےاللہ اُن کےقبروں کواُن پرکشادہ کردے ان کےاہل وعیال میں اُن کا خلیفہ بن جااورعلیین میں اُن کےدرجات بلندفرمااے اللہ بلاشبہ پرویز،اُس کےوزراء،اُس کےعلماءاوراُس کےافوج نےپاکستان اورافغانستان میں تیرے اولیاءسےدشمنی لگائی جوخصوصاًوزیرستان،سوات،باجوڑاورل ال مسجدمیں تودشمنی کی انتہاکردی اےاللہ بس توان کی کمرتوڑدےان کی جماعت کوٹکرےٹکرےکردےان کی وحدت کوپارہ پارہ کردےاےاللہ توان سےان کےعزیزواقارب چھین لیں جیسےانھوں نےہم سےہمارےعزیزواقارب چھین لئیے اےاللہ ہم ان کی شرسےتیری پناہ مانگتےہیں اورتجھےان کےگردنوں پرمسلط کرتےہیں اےاللہ ان کی تدبیروں کوانہی کےتباہی کاسبب بنادےاےاللہ تُوجیسےبھی چاہے ان کےمقابلےمیں ہمارےلئےکافی ہوجااےاللہ توان کواپنےگرفت میں لےلیں کیونکہ بلاشبہ وہ تمھیں عاجزنہیں کرسکتےاےاللہ تُوان کو ایک ایک میں سےگِن لےان کوقتل کرکےٹکرےٹکرےکرڈال ان میں سےکسی ایک کوبھی باقی نہ چھوڑااےاللہ ہمیں دنیامیں بھی بلائی عطافرما اورآخرت میں بھی بھلائی عطافرماء اورہمیں آگ کےعذاب سےبچا۔

میانمار تاریخ کے آئینے میں

حالت زار

برمی مسلمانوں کو دنیا بھر میں مظلوم ترین لوگوں کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ان پر مظالم ڈھانے کی اصل وجہ مذہبی تعصب ہے،خاص طور پر ساٹھ سالوں سے اراکان کے مسلمان ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں،ان کے بچے ننگے بدن ،ننگے پیر، بوسیدہ کپڑے زیب تن کئے قابل رحم حالت میں دکھائی دیتے ہیں، ان کی عورتیں مردوں کے ہمراہ کھیتوں میں زراعت کا کام کرکے گذربسر کرتی ہیں ۔ بدھ مت کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ مسلمان برما میں باہر سے آئے ہیں اور انہیں برما سے بالکل اسی طرح ختم کردیں گے جس طرح اسپین سے عیسائیوں نے مسلمانوں کو ختم کردیا تھا۔

اسلام کی آمد

اراکان وہ سرزمین ہے جہاں خلیفہ ہارون رشید کے عہدِ خلافت میں مسلم تاجروں کے ذریعہ اسلام پہنچا اسلام کی فطری تعلیمات سے متاثرہوکر وہاں کی مقامی آبادی نے کثیر تعدادمیں اسلام قبول کرلیا، اس وقت کے بادشاہ نے بھرپور قوت کا استعمال کیا تاکہ اسلام کی ترقی کو روکا جاسکے لیکن وہ ایسی قوت کے مالک بن گئے کہ 0341ءمیں سلیمان شاہ کے ہاتھوں اسلامی حکومت کی تشکیل کرلی، اس ملک پر ساڑھے تین صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت رہی ، مسجدیں بنائی گئیں ، قرآنی حلقے قائم کئے گئے ، مدارس وجامعات کھولے گئے ، ان کی کرنسی پرٗ لاالہ الا اللہ محمدرسول اللہ ٗکندہ ہوتا تھا اور اس کے نیچے ابوبکرؓ عمرؓعثمانؓ اور علیؓ نام درج ہوتا تھا ۔

بدھسٹوں کا قبضہ اور وجہ تسمیہ

اس ملک کے پڑوس میں برما تھا جہاں بدھسٹوں کی حکومت تھی ، مسلم حکمرانی بودھسٹوں کو ایک آنکھ نہ بھائی اور انہوں نے 1784ءمیں اراکان پر حملہ کردیا،ایک بڑے قتل عام اور املاک کی تباہی سے اراکان کی اینٹ سے اینٹ بجادی ، اسے برما میں ضم کرلیااوراس کا نام بدل کر میانمار رکھ دیا،

انگریز کا قبضہ

1824ءمیں برما برطانیہ کی غلامی میں چلاگیا،انگریز دورحکومت میں بھی کئی ایک مسلم کش فسادات سامنے آئے جس میں 1930 میں یانگون بندرگاہ پر تقریباً 200 مسلمان مزدوروں کا قتل عام کیا گیا سوسال سے زائدعرصہ غلامی کی زندگی گزارنے کے بعد1938ءمیں انگریزوں نے اسے ایک الگ کالونی کا درجہ دے دیا،جسے تاریخ میں آزادی کا نام دیا گیا،

ظلم کے نئے دور کا آغاز

آزادی کے بعدانھوں نے پہلی فرصت میں مسلم مٹاؤپالیسی کے تحت اسلامی شناخت کو مٹانے کی بھرپور کوشش کی، مسلمانوں کو ایک نئی نسل کشی کا سامنا کرناپڑا ، مسلمانوں کو نقل مکانی پر مجبورکیا،چنانچہ پانچ لاکھ مسلمان برما چھوڑنے پر مجبورہوئے،کتنے لوگ پڑوسی ملک بنگلادیش ہجرت کرگئے، 2891 میں اراکان کے مسلمانوں کو شہریت کے حق سے بھی محروم کردیا گیا،

جاپانیوں کا گزر

دوسری جنگ عظیم کے دوران جاپانی فوج کا بھی روہنگیا سے گزر ہوا، انہوں نے بھی مسلمانوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، ایک بڑے قتل عام کے بعد چالیس ہزار کے لگ بھگ مسلمانوں نے چٹاگانگ ہجرت کرکے وہاں پناہ لی،

پاکستانی حکومت اور سیکورٹی اداروں کا کردار

فریب آزادی پاکستان کے وقت اراکان (برما) کے مسلمانوں نے پاکستان سے الحاق کا مطالبہ کیا اور اس کے لئے بی ایم سی یا برما مسلم کانگریس نے تو باقاعدہ ایک سیاسی تحریک چلائی تھی، لیکن جناح نے انکار کیا تھا۔ اسکے علاوہ موجودہ دور کے پاکستانی حکمران بھی انہیں دہشت گرد ہی سمجھتے ہیں ، جس کی وجہ سے پاکستان میں آباد اراکانی مہاجرین کی گرفتاریوں،گمشدگیوں اور قتل عام کے لئے اجازت ہر دور میں فوج کو ملتی رہی ہے، جبکہ برما کی وزیر اعظم آنگ سان سوچی کو مسلمانوں کے قتل عام کے بدلے میں حکومت پاکستان کی طرف سے بدست آصفہ زرداری تمغہ بہادری سے بھی نوازا گیا۔

اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ حکومت پاکستان جنگی سازوسامان، ہیلی کاپٹر اور جہاز بھی دے چکاہے، اور مزید بھی اعلانات کئے جا رہے ہیں، ۔

Islamabad: General Khin Aung Myint, Commander-in-Chief (Air) Republic of the Union of Myanmar Air Force, calling on Air Chief Marshal Sohail Aman, Chief of the Air Staff, Pakistan Air Force, at Air Headquarters, Islamabad. (21.05.2015)

پاکستان ائیر فورس

دوسری جنگ عظیم ہی میں برمی مسلمانوں پر برطانوی ائیرفورس کی جانب سے بمباری کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا، جس میں خاص طور پر 1943 میں یہ ذمہ داری ایک برطانوی ائیرفورس کے نئے بمبار اسکواڈرن (نائن اسکوڈرن) کو دی گئی، اس اسکواڈرن کے سربراہ پاکستان کے پہلے مسلمان ائیر چیف اصغر خان تھے، اور انہوں نے ایمانداری سے انگریز کے آرڈر مان کر اپنی قیمت ثابت کردی، اس بمباری سے مسلمانوں کے املاک تباہ ہوئے،اور ایک حد تک ان کو جانی نقصان بھی اٹھانا پڑا، آگے چل کر1957 میں یہی برمی مسلمانوں کا قاتل سکواڈرن لیڈر آصغر خان پاکستان ائیرفورس کے پہلے مسلمان ائیر چیف مقرر ہوئے

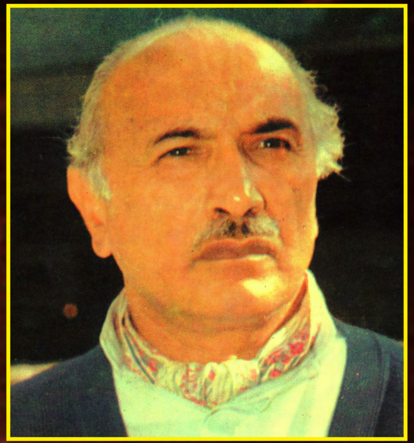

اور آج وہ بابائے پاکستان ائیر فورس کا مقام حاصل کر چکے ہیں، اور ان کا وہی 1943 والا نائن سکواڈرن آج بھی پی اے ایف کا بڑا سکواڈرن ہے، ابھی حال ہی میں یعنی 2 اپریل 2017 کو برطانوی ائیر فورس کے سربراہ ائیر چیف مارشل سٹیفن جان ہیلیمر نے پاکستان کا دورہ کیا اور پاکستانی نائن سکواڈرن اور برطانوی نائن سکواڈرن کو جڑواں قرار دے دیا۔ اور یہ خبر اس دن میڈیا کی زینت بنی رہی۔

یاد رہے کہ برطانیہ کا نائن سکواڈرن 1914 میں قائم کیا گیا تھا جبکہ پاکستان کا نائن اسکواڈرن 1943 میں برطانیہ نے قائم کیا تھا۔

پاک آرمی

پاکستانی فوج نے قیام پاکستان سے قبل اور بعد میں جس طرح پوری دنیا کے مسلمانوں کو اپنی شر اور فساد کا نشانہ بنایا اسی طرح برمی مسلمانوں پر مظالم کی تاریخ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ، قابل ذکر واقعات میں سے ایک جب 1971 میں اس فوج نے مشرقی پاکستان جہاں لاکھوں بنگالی مسلمانوں کا قتل عام کیا وہاں انہوں نے ہزاروں برمی مہاجرین بوڑھوں بچوں اور عورتوں کا قتل عام کیا،اور بڑی تعداد میں وہاں سے بھی ہجرت پر مجبور ہوگئے ،پھر حال ہی میں کراچی میں کئے جانے والے اپریشنوں میں اراکانی مہاجرین کودہشت گردی کے الزام میں گرفتارکرکے قید یا قتل کیا گیا،جبکہ برمی مہاجرین کی ایک بڑی تعداد کودینی مدارس اور کاروبار سے بے دخل کیا گیا۔

طالبان اور برما

مجاہدین نے ہر جگہ کی طرح برما کے مظلوم مسلمانوں سے اپنے رشتے کو سچاکر دکھایا، ان کی مظلومیت کی آواز کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا، جب موقع ملا تو انہیں بہترین پناہ دی، جس کی زندہ مثال پاکستانی حکومت اور فوج کے ہاتھوں مجبور برمی مہاجرین کو طالبان اور مجاہدین نے ہی پناہ دے رکھی ہے۔ چاہے دوسری جہادی تنظیمیں ہوں یا طالبان ہر ایک نے اپنی استطاعت کے مطابق برمی مجاہدین کو جہادی تربیت یا جہادی سازوسامان فراہم کیا جس کی ایک مثال تحریک طالبان پاکستان کی طرف سے منعقدہ جہادی کورس ہے جس میں جدید انداز سے جہاد کے گر سکھائے گئے ہیں ، اور اس حوالے میڈیا میں بھی تذکرہ کیا گیا جو کچھ یوں ہے۔

-ikap/91/10/7102/golb.1tsivitca//:sptt
-cele-na-fo-tfig-reffo-ptt-nabilat-natt
-ajum-rof-esemrub-ni-esruoc-cinorr
/hsedalgnab-dna-amrub-fo-needih

ہے کہ ان مظالم کی سرپرستی کرنے والی آنگ سان سوچی کواقوام متحدہ دنیا میں امن کی سفیر مانتی ہے ، اور دنیا میں امن کا نوبل یا سب سے بڑا انعام بھی اس کو دیا گیا ہے۔ ان مظالم کی داستان پڑھ کر ایک آہ بھر سو نہ جانا ، بلکہ اللہ کا نام لو اٹھو اور جہاد کے لئے کمربستہ ہوجاؤ، اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو، آمین۔

از۔ استاد عابد منصور

tivist1.blog/2017/01/19/pakistan-taliban-ttp-offer-gift-of-an-electronic-course-in-burmese-for-mujahideen-of-burma-and-bangladesh/

Pakistan Tehreek-e-Taliban (TTP, Mardan) have posted of a "gift" of a new electronic course for mujahideen in Burma (also known as Myanmar) and Bangladesh. The statement comes via Abid Mansoor. The course "Jihad Electronic in Burmese" is 112 pages long, handwritten in different colour inks on lined paper with a series of drawings and diagrams. The posting on social media drew 40 "shares" on Facebook alone since it appeared on 16th January.

- May 20
- April 2
- March
- Februa
- Januar
- Decem
- Novem
- Octobe
- Septem
- August
- July 20

Groups such as TTP Mardan outside the country are clearly keen to engage with militants or "would-be" fighters in Burma and Bangladesh and have years of experience fighting the military within Pakistan and Afghanistan. News of an online course on offer from the group will surely set alarm bells ringing with state authorities whose oppression of Rohingya may have unleashed an oncoming wave of violent retaliation.

Links

"Myanmar's newest insurgent group is a nightmare for Muslims"

برما کی آزادی اور برطانوی سیکولر جمہوریت اور برطانوی مارشل لاء

برما کو دوسری جنگ عظیم کے بعد 1948 میں برطانوی سیکولر جمہوریت کے تحت آزادی مل گئی،سوچی تھانک صدر اور یونو پہلے وزیراعظم مقرر ہوئے، پھر 1962 میں جنرل نی وین نے مارشل لاء نافذ کیا، جنرل نی وین نے فوج سے مسلمان فوجیوں کو فوراً بے دخل کردیا، اور ہر دورکی طرح اس دور میں بھی مظالم جاری رہے ، یہ مارشل لاء 2010 تک قائم رہی، اسکے بعد ایک بارپھر سیکولر جمہوریت آئے آگئی اور 2011 میں جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ ان حکومتوں میں سے کسی نے برمی مسلمانوں کو نوکریوں سے نکال دیا تو کسی نے انکی شہریت ختم کی، مطلب ان تمام کی مشترک صفت اسلام دشمنی ہے۔ 1997میں منڈلالی کے فسادات،2001 میں ٹنگاؤ کے فسادات، 2012 میں ریخنی اسٹیٹ کے فسادات، 2013 میں پورے میانمار میں مسلم کش فسادات، 2014 میں ایک بار پھر منڈلالی کے فسادات، اور 2016 اور 2017 میں روہنگیا مسلم کش فسادات انسانی تاریخ کو شرمندہ کرنے والے کربناک مظالم کی داستان سناتے ہیں ، اور حیرت کی بات ہ

حیات صحابہ

جہاد کا باب ، (قسط سوم)

جب حضور ﷺ کی روانگی کا وقت قریب آگیا تو منافق بہت زیادہ اجازت مانگنے لگے اور انھوں نے گرمی کی بھی شکایت کی، اور یہ بھی کہا کہ اگروہ اس سفر میں گئے تو انھیں آزمائش میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اور اپنی جھوٹی باتوں پر اللہ کی قسم بھی کھاتے تھے۔ حضور ﷺ اُن کو اجازت دیتے رہے، آپ کو معلوم نہیں تھا کہ ان کے دلوں میں کیا ہے ؟ ان میں سے ایک گروہ نے مسجدِ نفاق بھی بنائی جس میں بیٹھ کر وہ ابو عامر فاسق اور کنانہ بن عبدِیالیل اور علقمہ بن عُلاثہ عامری کا انتظار کر رہے تھے۔ ابو عامر ہِرَقل کے پاس گیا ہوا تھا۔ (ابو عامر ہِرَقل کو حضور ﷺ کے خلاف فوج کشی پر آمادہ کرنے کے لیے گیا تھا، اور یہ مسجد مسلمانوں کے خلاف مشورے کرنے کے لیے بنائی تھی) اور ان ہی کے بارے میں سورۂ براء ت تھوڑی تھوڑی نازل ہو رہی تھی اور اس میں ایک ایسی آیت نازل ہوئی جس کے بعد کسی کے لیے جہاد سے رہ جانے کی گنجایش نہیں رہی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے {اِنْفِرُوْاخِفَافًا وَّثِقَالًا}1 آیت نازل فرمائی کہ ”تم ہلکے ہو یا بھاری ہر حال میں اللہ کے راستہ میں نکلو۔“ تو مخلص اور پکے مسلمان جو کمزور اور بیمار اور غریب تھے، انھوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر شکایت کی کہ اب تو اس غزوہ میں نہ جانے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ اور منافقین کے بہت سے گناہ ابھی تک چھپے ہوئے تھے جو بعد میں ظاہر ہوئے۔ اور بہت سے (منافق) لوگ اس غزوہ میں نہ گئے، نہ انھیں (خدا پر) یقین تھا اور نہ کسی قسم

کی بیماری تھی۔یہ سورت بڑی تفصیل کے ساتھ آپ پر نازل ہو رہی تھی اور آپ کا ساتھ دینے والوں کا سارا حال بتا رہی تھی یہاں تک کہ آپ تبوک پہنچ گئے، اور وہاں سے حضرت علقمہ بن مُجزِّز مُدلجی ؓ کو فلسطین اور حضرت خالد بن ولید ؓ کو دُومۃ الجَندل حضور ﷺ نے بھیجا۔ اور (حضرت خالد سے) حضور ﷺ نے فرمایا: تم جلدی جاؤ، تم (دُومۃ الجَندل کے بادشاہ کو) باہر نکل کر شکار کرتا ہوا پاؤگے تو اسے پکڑ لینا۔ چنا نچہ ایسا ہی ہوا حضرت خالد نے اسے پایا اور اسے پکڑ لیا۔ جب (مسلمانوں کی طرف سے) کوئی تکلیف اور مشقت کی خبر آتی تو منافق مدینہ میں لوگوں کو خوب پریشان کرتے۔ چنانچہ جب انھیں یہ خبر ملتی کہ مسلمانوں کو بڑی مشقت اور مجاہدہ برداشت کرنا پڑا تو ایک دو سرے کو خوش خبری دیتے اور بہت خوش ہوتے اور کہتے: ہمیں تو یہ پہلے سے معلوم تھا (کہ اس سفر میں بڑی مشقت اٹھانی پڑے گی) اور اسی وجہ سے ہم اس سفر میں جانے سے روک بھی رہے تھے۔اور جب انھیں مسلمانوں کی خیریت اور سلامتی کی خبر ملتی تو بڑے غمگین ہو جاتے۔ منافقوں کے جتنے دشمن مدینہ میں موجود تھے ان سب کو منافقوں کی اس دلی کیفیت کا یعنی نفاق اور مسلمانوں سے کدورت کا اچھی طرح سے پتہ چل گیا۔ اور ہر دیہاتی اور غیر دیہاتی منافق کوئی نہ کوئی خفیہ طور پر ناپاک حرکت کر رہا تھا، بالآخر یہ سب کچھ کھل کر سامنے آگیا۔ اور ہر معذور اور بیمار مسلمان کی حالت یہ تھی کہ وہ اس انتظار میں تھا کہ اللہ تعالیٰ جو آیتیں اپنی کتاب میں نازل فرما رہے ہیں ان آیتو ں میں (مدینے میں رہنے کی اجازت کی) گنجایش والی آیت بھی

نازل ہوجائے۔ سورۂ براء ت تھوڑی تھوڑی اُترتی رہی (اور اس میں ایسے مضامین نازل ہوتے رہے جن کی وجہ سے) لوگ مسلمانوں کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے، اور مسلمان اس بات سے ڈرنے لگے کہ توبہ کے ذیل میں ان کے ہر چھوٹے بڑے گناہ کے بارے میں اس سورت میں ضرور کوئی نہ کوئی سزا نازل ہو جائے گی، یہاں تک کہ سورۂ براء ت پوری مکمل ہوگئی اور عمل کرنے والے ہر کارکن (مسلمان اور منافق) کے بارے میں اس سورت میں واضح کر دیا گیا کہ وہ ہدایت پر ہے یا گمراہی پر ہے ۔ [1]حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن حَزم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ غزوہ میں جس طرف جانے کا ارادہ ہوتا (اس کا اظہار نہ فرماتے) بلکہ ایسا انداز اختیار کرتے جس سے کسی اور طرف جانے کا ارادہ معلو م ہو۔ لیکن غزوۂ تبوک میں (آپ نے یہ انداز اختیار نہ کیا بلکہ) صاف طور سے فرمایا: اے لوگو! اس دفعہ روم والوں سے لڑنے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنا ارادہ صاف صاف ظاہر فرما دیا۔ اس وقت لوگ بڑے نادار تھے، گرمی سخت پڑ رہی تھی، اور سارے علا قہ میں قحط سالی تھی، اور پھل پک چکے تھے اور لوگ (تیار پھلوں کو کاٹنے کے لیے) اپنے باغات میں (اور شدتِ گرمی سے بچنے کے لیے) اپنی سایہ دار جگھوں میں رہناچاہتے تھے، اور ان جگھوں کو چھوڑکر (گرمی میں سفر پر) جانا بالکل پسند نہیں تھا۔ اس غزوہ کی تیاری فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے ایک دن جَد بن قیس (منافق) کو کہا: اے جَد! بنو اَصفر (رومیوں) سے لڑنے کا تمہارا بھی خیال ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے (یہاں رہنے کی) اجازت دے دیں اور مجھے آزمائش

میں نہ ڈالیں۔ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ عورتوں سے متأثر ہونے والا کوئی نہیں ہے، اور مجھے ڈر ہے کہ بنو اَصفر (رومیوں) کی عورتوں کو دیکھ کر میں کہیں فتنہ میں نہ پڑ جاؤں۔ یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دے دیں۔ آپ نے اس سے منہ پھیرتے ہوئے فرمایا: ہاں اجازت ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما ئی: { وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا} [1]بعض ا ن میں کہتے ہیں: مجھ کو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال۔ سنتا ہے! وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں۔اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ رومیوں کی عورتوں کے فتنہ سے ڈر کر یہ مدینہ رہنا چاہتا ہے اور حضور ﷺ کے ساتھ جانا نہیں چاہتا ہے۔ یہ مدینہ میں اس وقت رہ جانا اور حضور ﷺ کے ساتھ نہ جانا خود بڑا فتنہ اور زبردست گمراہی ہے جس میں وہ گمراہ ہو چکا ہے ۔{ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَO}[2]اور بے شک دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو۔یہاں کافر سے وہ منا فق مراد ہیں جو بہانہ بنا کر پیچھے رہ جانا چاہتے تھے۔ ایک منا فق نے کہا: لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ مت کرو کوچ گرمی میں ۔ اس پر یہ آیت نا زل ہوئی : { قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ }[3] تو کہہ دوزخ کی آگ سخت گرم ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی۔ پھر حضور ﷺ اپنے سفر کی زور شور سے تیاری کر نے لگے اور لوگوں کو اللہ کے راستے میں جان دینے کو کہا اور مال داروں کو اللہ کے راستے میں سواریاں دینے اور خوب خرچ کر نے کی ترغیب دی۔ چنانچہ مال دار لوگوں نے ثواب لینے کے شوق میں خوب سواریاں دیں۔ اور اس غزوہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اتنا زیادہ

خرچ کیا کہ ان سے زیادہ کوئی نہ کر سکا اور دو سو اُونٹ سواری کے لیے دیے۔

4حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرما تے ہیں: جب حضور ﷺ نے غزوۂ تبوک کے لیے جانے کا ارادہ فرمایا تو جَد بن قیس سے کہا: بنو اَصفر رومیوں سے لڑنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں تو بہت سی عورتوں والا ہوں (ان کے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں)۔ میں تو رومیوں کی عورتوں کو دیکھ کر فتنہ میں پڑ جاؤں گا۔ کیا آپ مجھے یہاں رہنے کی اجازت دے دیں گے؟ مجھے (ساتھ لے جا کر) فتنہ میں نہ ڈالیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:{ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا} ابنِ عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف قبیلوں اور اہلِ مکہ کی طرف آدمی بھیجے، جو ان سے دشمن کے مقابلہ میں جانے کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ حضرت بُریدہ بن حُصَیب رضی اللہ عنہ کو قبیلہ اَسلم کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا: فُرع بستی تک پہنچ جانا۔ اور حضرت ابو رُہم غِفاری رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا کہ اپنی قوم کو ان کے علاقہ میں جمع کر لیں۔ اور حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف گئے۔ اور حضرت ابو جَعْد ضَمْری رضی اللہ عنہ ساحلِ سمندر پر اپنی قوم کی طرف گئے۔ اور حضور ﷺ نے حضرتِ رافع بن مَکیث اور حضرت جُندُب بن مَکیث رضی اللہ عنہ کو قبیلہ جُہَینہ کی طرف بھیجا۔ اور نُعَیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قبیلہ اَشجع کی طرف بھیجا۔ اور حضور ﷺ نے قبیلہ بنو کعب بن عمرو میں حضرت بُدَیل بن وَرقا اور حضرت عمرو بن سالم اور حضرت بِشُر بن سفیان رضی اللہ عنہ کی جماعت کو بھیجا۔ اور قبیلہ سُلیم کی طرف چند صحابہ کو بھیجا جن میں حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد میں جانے کی خوب ترغیب دی اور انہیں (اللہ کے راستے میں) مال خرچ کرنے کا حکم دیا۔چنانچہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی بہت دل کھول کر خوب خرچ کیا۔ اور سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لائے اور وہ اپنا سارامال لائے تھے جو کہ چار ہزار درہم تھا۔ تو ان سے حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ تو حضرت ابو بکر نے عرض کیا: ہاں، اللہ اور اس کے رسول کو (گھر چھوڑ کر آیا ہوں)۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال لے کر آئے، ان سے حضور ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ جتنا لایا ہوں اس کا آدھا (چھوڑ کر آیا ہوں، لیکن دوسری روایت میں یہ ہے کہ جتنا لایا ہوں اتنا ہی چھوڑ کر آیا ہوں)۔ حضرت ابوبکر صدیق جو مال لے کر آئے جب اس کی خبر حضرت عمر کو ملی تو حضرت عمر نے فرمایا کہ جب بھی کسی نیکی میں ہمارا مقابلہ ہوا تو ہمیشہ حضرت ابو بکر اس نیکی میں مجھ سے آگے نکلے ہیں۔حضرت عباس بن عبدالمطّلب اورحضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی بہت سا مال حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے۔ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں دو سو اُوقیہ چاندی یعنی آٹھ ہزار درہم لائے۔ اورحضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی بہت سا را مال لائے، اور اسی طرح حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی۔ اور حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے نوّے وسق (تقریباً پونے پانچ سو من)کھجور دی۔اور حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ نے تہائی لشکر کا پورا سامان دیا اور صحابہ میں سے سب سے زیادہ انھوں نے خرچ کیا، یہاں تک کہ تہائی لشکر کے لیے تمام ضروری سامان دیا حتیٰ کہ یہ کہا گیا کہ اب ان کو مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے یہاں تک کہ مشکیزوں کی سلائی کے لیے موٹی سوئی کا بھی انتظام کیا۔ چنانچہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اس دن حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کے بعد عثمان کچھ بھی کر لیں ان کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔مال داروں نے مال خرچ کرنے کی نیکی میں خوب ذوق وشوق سے حصہ لیا، اور انھوں نے

یہ سب کچھ محض اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے شوق میں کیا۔ اور جو حضرات ان مال داروں سے مال میں کم تھے انھوں نے بھی اپنے سے کم تر مال والوں کی خوب مدد کی اور ان کی قوت کا ذریعہ بنے، یہاں تک کہ بعض اپنا اونٹ لاکر ایک دو آدمیوں کو دے دیتے کہ تم دونوں اس پر باری باری سوار ہوتے رہنا۔اور دوسرا آدمی کچھ خرچ لاتا اور اس غزوہ میں جانے والے کو دے دیتا۔ یہاں تک کہ عورتیں بھی اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق ان نکلنے والوں کی مدد کر رہی تھیں۔ چنانچہ حضرت اُمّ سنان اَسلمیہؓ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک کپڑا بچھا ہوا ہے جس پر کنگن، بازو بند، پازیب، بالیاں، انگوٹھیاں اور بہت سے زیور رکھے ہوئے ہیں۔ اور اس غزوہ کی تیاری کے لیے عورتوں نے جانے والوں کی مدد کے لیے جو زیورات بھیجے تھے ان سے وہ کپڑا بھرا ہوا تھا ۔ لوگ ان دنوں سخت تنگی میں تھے اور اس وقت پھل بالکل پک چکے تھے اور سایہ دار جگہیں بڑی مرغوب ہو گئیں تھیں۔ لوگ گھروں میں رہنا چاہتے تھے اور ان حالات کی بنا پر گھرو ں سے جانے پر بالکل راضی نہیں تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور زیادہ زور شور سے تیاری شروع فرما دی، اور ثنیّۃ الوداع میں جا کر آپ نے اپنے لشکر کا پڑاؤڈال دیا۔ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کسی ایک رجسٹر میں سب کے نام آنہیں سکتے تھے۔ اور جوبھی اس غزوہ سے غائب ہونا چاہتا تھا اسے معلوم تھا کہ اس کے غائب ہونے کا اس وقت تک کسی کو پتہ نہیں چلے گا جب تک کہ اس کے بارے میں اللہ کی طرف سے وحی نازل نہ ہو۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر شروع کرنے کا پختہ عزم فرما لیا تو آپ نے مدینہ میں حضرت سباع بن عُرُفطؓ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جوتے زیادہ مقدار میں ساتھ لے کر چلو، کیوں کہ جب تک آدمی جوتی پہنے رہتا ہے وہ گویا کہ سوار ہی رہتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر شروع فرما دیا تو ابنِ اُبی (منافق) اور منافقین کو لے کر پیچھے رہ گیا اور یوں کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنو اَصفر رومیوں سے لڑنا چاہتے ہیں حالاں کہ مسلمانوں کی بری حالت ہو رہی ہے اور گرمی سخت پڑ رہی ہے اور یہ سفر بہت دور کا ہے اور مقابلہ بھی ایسے لشکر سے ہے جن سے لڑنے کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں طاقت نہیں ہے۔ کیا محمد یہ سمجھتے ہیں کہ بنو اَصفر رومیوں سے لڑنا کھیل ہے؟ اور اس کے منافق ساتھیوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے بارے میں پریشان کن خبریں پھیلانے کے لیے اس نے یہ کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو دیکھ رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کل کو رسیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثنیّۃ الوداع سے سفر شروع فرمایا اور چھوٹے اور بڑے جھنڈوں کو لہرایا تو چھوٹے جھنڈوں میں سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابو بکر کو، اور بڑے جھنڈوں میں سے سب سے بڑا جھنڈا حضرت زُبیرؓ کو دیا۔ اور قبیلہ اَوس کا جھنڈا حضرت اُسید بن حضیرؓ کو، اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت ابودُجانہؓ کو دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ خزرج کا جھنڈا حضرت حُباَب بن منذرؓ کو دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تیس ہزار کا لشکر تھا اور دس ہزار گھوڑے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَنصار کے ہر خاندان کو حکم دیا کہ اپنے چھوٹے اور بڑے جھنڈے لے لیں۔ اور عرب کے دوسرے قبائل کے بھی اپنے اپنے چھوٹے اور بڑے جھنڈے تھے۔

(جاری ہے)

دهجرت فضیلتونه

الحمدلله رب العالمین والصلوة والسلام علي سید المرسلین و علي آله و صحبه اجمعین و من تبعهم باحسان الي یوم الدین اما بعد !فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم. والذین آمنوا وهاجروا و جاهدوا فی سبیل الله والذین آووا و نصروا آولئک هم المؤمنون حقا لهم مغفرة و رزق کریم ـ الانفال آیت 47 ¬ و قال تعالی والذین هاجروا فی الله من بعد ما ظلموا لنبوئنهم فی الدنیا حسنة و لاجر الآخرة اکبر لو کانوا یعلمون نحل آیت 14 و قال النبی صلي الله علیه وسلم علیک باالهجرة فانه لا مثل لها. النسائی.

تمهید:

د کوم وخت نه چه انسان پهٔ مخ د زمکه موجود شوي نو د هغهٔ وخت نه خلق د یو ځائے نه بل ځائے ته هجرت او انتقال کوي ـ بیا د دغه هجرت او انتقال لپاره مختلف اسباب دي ـ کله د یو غیر آبادے زمکے نه آبادے زمکے ته ځی. کله د زلزلو آفتونو او عذابونو نه ځی. لکه د سبا والا د سیلاب د وجہ نه خپل ملک پریښود. کله د جنګونو د وجہ نه علاقه او ملک پریښودلے شي ـ

کله د دشمن د ویرے نه ، کله د سیاحت او چکر لپاره ـ دا قسم هجرتونه او ملک پریښودل پهٔ هر دور کښے عام خلق کوي ـ یو بل قسم هجرت دے چه هغه صرف مسلمانان کوي ـ او هغه هجرت دے لپاره د حفاظت د خپل دین او دیته فرار باالدین یعنی پهٔ خپل دین سره تیښته کول هم وائي.لکه ابراهیم علیه السلام د عراق نه شام ته هجرت کړے و. دغه رنګے کفارو به هم دا کوشش کولو چه مؤمنان پهٔ هجرت مجبوره کړي. لکه و قال الذین کفروا لرسلهم لنخرجنکم من ارضنا ـ او ویل به کافرانو پیغمبرانو ته چه خامخا مونږ به اوباسو تاسو لره د خپلے زمکے نه ـ او هجرت کول د دین ډیره اهمه شعبه ده. پدے وجه مونږ د هجرت پهٔ موضوع یو څو خبرے کوو.

اوله خبره د هجرت معنی :-

هجرت پهٔ اصطلاح کښے الخروج فی سبیل الله من دارالکفر الي دارالاسلام و من دار شدید الفتنة الي دار اقل منه فتنة. هجرت وتل دي د الله تعالی پهٔ لاره کښے دارالکفر نه دارالاسلام ته او د هغهٔ کور نه چه هغه د سختے فتنے والا وي ـ هغه کور ته چه هغه د کمے فتنے والا وي ـ

د ویمه خبره د هجرت مقصد:

اول مقصد د خپل دین او عبادت حفاظت لکه الله تعالی وائي یا عبادی الذین آمنوا ان ارضی واسعة فایای فاعبدون عنکبوت آیت 65وقال رسول الله صلي الله علیه وسلم البلاد بلادالله و العباد عبادالله فحیثما اصبت خیرا فاقم. ښارونه د الله تعالی ښارونه دي او بندګان د الله تعالی بندګان دي پهٔ کوم ځائےکښے چه خیر ته رسیږي نو هلته وخت تیروه. ابن کثیر ص 034 ج 3

د ویم مقصد د خپل نفس حفاظت :-

یعنی چه سړے پهٔ خپل ځان د مرګ نه وویریږي او دا هجرت وکړي اګر چه کفری ملک ته وي لکه صحابه کرامو حبشه ته هجرت کړیو. او موسی علیه السلام مدین ته هجرت کړیو. دغه رنګے ابن شهاب زهری رحمه الله تعالی عزم کړیوه کچرے هشام بن عبدالملک بادشاه وفات شو نو ځهٔ به روم ته ځم ځکه د هشام نه وروستہ ولید بن یزید والي ګرځیده. او ولید د زهری رحمه الله تعالی وینه نذر کړیوه. یعنی هغه ویلي وو که

ځما پۀ زهری رحمه الله وس راغلو نو ځۀ به دا وژنم.
دريم مقصد د هجرت مجاهدين ډيرول او کفار کمزوري کول. ځکه هجرت او جهاد د يو بل سره لازم او ملزوم دي او هر يو د بل سبب دے د دے وجے نه قرآن کريم کښے ځائے پۀ ځائے د هجرت او جهاد يو ځائے ذکر کوي ـ او رسول الله صلي الله عليه وسلم وائي ان الهجرة لا تنقطع ما دام الجهاد. اخرجه احمد ص 1991 ـ پۀ بل روايت کښے راځي لا تنقطع الهجرة ما جوهد العدو. السلسلة الصحيحه ص 4761 يعنى چه تر څو جهاد جاري وي نو هجرت نه ختميږي.
څلورم مقصد دعوت او تبليغ دے او خلق د الله تعالى پۀ دين او عبادت کلکول.

دريمه خبره د هجرت قسمونه :-

هجرت دوه قسمه دے يو هجرت ظاهرى د ويم هجرت باطنى او هجرت معنوي ـ هجرت ظاهرى د يو ځائے نه بل ځائے ته د دين پۀ خاطر تلل ـ
او هجرت باطنى گناهونه پريښودل لکه رسول الله صلي الله عليه وسلم وائي والمهاجر من هجرما نهى الله تعالى عنه ـ مهاجر پۀ حقيقت کښے هغه چاته وائي چه گناهونه پريږدى ـ لکه يو سړى هجرت کړي وي د کفر نه اسلام ته د بدعت نه سنت ته د گناه نه طاعت ته.

څلورمه خبره د هجرت فضيلتونه :-

د هجرت پۀ قرآن او حديث کښے ډير زيات فضيلتونه دي.
1ـ مهاجرين ديو بل دوستان وي لکه سورة الانفال آيت 72
2ـ مهاجرين يقينى مؤمنان دي ـ او دوئ لره بخښنه او عزتمند رزق دے. لکه سورة الانفال آيت 74
3ـ د مهاجرينو د الله تعالى پۀ نزد ډيره غټه مرتبه دۀ او کامياب دي ـ لکه سورة التوبه آيت 20
4ـ د مهاجرينو نه الله تعالى راضي دے او جنتونه ورله تيار دي ـ لکه سورة التوبه آيت 100
5ـ د مهاجرينو گناهونه الله تعالى معاف کوي ـ او رحم پرے کوي ـ لکه سورة النحل آيت 110
6ـ د مهاجرينو سره الله تعالى د ښائسته رزق وعده کړے ده او مرگ ئے د شهادت دے لکه سورة الحج آيت 58
7ـ که د مهاجرينو نه غلطي وشي نو معافى ورته پکاره ده. لکه سورة النور آيت 22
8ـ ترغيب ورکوي چه نکاح د مهاجرينو زنانو سره پکار ده. لکه سورة الاحزاب آيت 50
9ـ مهاجرينو لره پۀ مال فئ کښے حق دے او دوئ رشتينى دي ـ لکه سورة الحشر آيت 8
10ـ د مهاجرينو سره محبت او همکارى پکار دۀ لکه سورة الحشر آيت 9
11 چه د چا د هجرت قدرت وي او هجرت نه کوي نو د هغۀ سره دوستى مه کوي ـ لکه سورة النساء آيت 89 او سورة الانفال آيت 72
12ـ مهاجرينو لره به الله تعالى ځايونه مالونه او اجرونه ورکوي لکه سورة النساء آيت 100
13ـ مهاجرين د الله تعالى د ثواب اميد ساتي لکه سورة البقره 218
16 د مهاجرينو گناهونه به معاف کيږي او جنتونو ته به داخليږي لکه سورة ال عمران آيت 195
13 او رسول الله صلي الله عليه وسلم وائي چه څۀ تاسو ته د پينځۀ خبرو حکم کوم ـ جماعت سمع او طاعت او هجرت او جهاد فى سبيل الله ـ
14ـ او رسول الله صلي الله عليه وسلم وائي چه لازم دے پۀ تا هجرت ځکه د هجرت مثل نشته پۀ خير او ثواب کښے.
15ـ رسول الله صلي الله عليه وسلم وائي وان الهجرة تهدم ما كان قبلها ـ د هجرت سره مخکنى گناهونه معاف کيږي.

16- او رسول الله صلي الله عليه وسلم وائي چه ځما پۀ امت کښے به د ټولو نه اول مهاجرين جنت ته داخليږي- د جنت دروازو ته به راشي د برسيرکيدو مطالبه به وکړي- د جنت خزانچيان به ترينه تپوس وکړي- چه آيا تاسو سره حساب شوے - دوئ به ووائي چه بائ شي نحاسب - ځمونږ سره د څۀ شي حساب کولې شي- وانما كانت اسيافناعلي عواتقنافى سبيل الله حتى متنا علي ذالك- يقينا ځمونږ تورےځمونږ پۀ اوګو وے د الله تعالى پۀ لاره کښے تر دے چه مونږ مړه شو پۀ دي باندے- يعنى مونږ اسلحه د غاړے نه نه دۀ کوزه کړے- هميشه اسلحه کرځول هم ډير فضيلت لرى- د جنت دروازے به ورته پرانستےشي دوئ به پکښے ځلويښت کاله آرام وکړي د خلقو د ننوتلو نه مخکے -(اخرجه الحاكم و قال صحيح علي شرط الشيخين و لم يخرجاه و وافقه الذهبى)

17- رسول الله صلي الله عليه وسلم وائي- د قيامت پۀ ورځ به ځما پۀ امت کښے د بعض خلقو رڼرا د نمر پۀ شان وي - صحابه کرامو تپوس وکړو- دا به څوک وي - هغه وفرمايل فقراء المهاجرين الذين تتقى بهم المكاره- يموت احدهم و حاجته فى صدره- يحشرون من اقطار الارض- (رواه احمد والطبرانى والهيثمى و قال الشيخ احمد شاكر اسناده صحيح) دا به غريبان مهاجرين وي - چه سختو کښے پۀ هغوئ ځان ساتلي شي- (يعنى سختے او تکليف ته دوئ مخکے کيږي-) دوئ وفات کيږي او پۀ سينو کښے يو شي ته ضرورت وي دوئ به د زمکے د اطرافو نه راجمع کړے شي-

پينځمه خبره د هجرت فائدے-

1 هجرت کول دليل دے د کمال د ايمان او د ښائست د اسلام - يعنى ايمان ورسره مکمل کيږي- د هجرت نه پۀ غير ايمان نيمګړے وي -

2 د الله تعالى د کاملے بندګئ اعلان دے- او الله تعالى ته د غاړے ايښودلو اعلان دے-

3 هجرت کول د الله تعالى او د رسول الله صلي الله عليه وسلم د محبت دليل دے-

4 هجرت کول د بنده د استقامت دليل دے-

5 هجرت کول امتحان دے او صفا والے د ايمان دے-

او نورو فائدو ته ئے پۀ فضائلو کښے اشاره شويوه-

دا د هجرت متعلق يو څو ضروري خبرے وے - الله تعالى دے مونږ او تاسو ته پۀ هجرت د صبر او استقامت توفيق راکړي- او الله تعالى د ځمونږ نه دا موجوده هجرت پۀ خپل فضل او رحم سره قبول او منظور وګرځوي -

از: شيخ گل محمد حفظہ اللہ

جہاد کی ضرورت اور حکمت

(قسط سوم)

دشمنان اسلام کومسلمانوں کے جہاد اور قتال پر تو اعتراض ہے، کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلاہے ، لیکن ان میں سے کوئی بڑے سے بڑا لیڈر خاص کر جسے منصف مزاج ہونے کا دعوی ہو مشرکین مکہ کے مظالم کی کوئی مذمت نہیں کرتا،سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے جب نبوت سے سرفرازہونے کے بعد دعوت حق کا کام شروع کیا، اللہ تعالی کی توحید کی طرف دعوت دی اور بت پرستی چھوڑنے کے لیے فرمایا اس میں کونسی بات تھی جس کی وجہ سےآپ سے دشمنی کی جائے ؟ کیا وجہ تھی کہ جس شخص کو پہلے الصادق الا مین کہتے تھے آج دعوت وتوحید کی وجہ سے دشمن ہوگیا ؟ کیاوجہ تھی کہ جولوگ آپ کی دعوت قبول کرلیتے تھے انہیں مارابیٹاجاتاتھا، آگ پر لٹایا جاتاتھا، گرم پتھر کی چٹان کے نیچے دبادیاجاتاتھا، اور کیا وجہ تھی کہ آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو تین سال تک خیف بنی کنانہ میں محصور رہنے پر مجبورکیاگیا؟

اور کیا وجہ تھی کہ حضرات صحابہ کرام حبشہ کو ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ؟ جن حضرات کو ایمان قبول کرنے پر ایذائیں دی گئیں ، مارابیٹاگیا،کھانا پانی بند کردیا گیا انہوں نے کیا جرم کیا تھا ؟ انہوں نے کوئی چوری کی تھی ؟ کہیں ڈاکہ ڈالاتھا یاکوئی بے حیائی کا کام کیاتھا؟ بس اتنی بات تھی کہ انہوں نے توحید کا اقرار کرلیا اور شرک سے بیزاری کا اظہار کردیا، یہ تو اچھی بات ہے ، ہرانسان کا فریضہ ہے ، کہ مؤحد بنے لیکن چونکہ کفر ملت واحدہ ہے اس لیے کافر لوگ مقررین اور محررین ، مدیرین معترضین اہل کفر واہل شرک کی زیادتیوں کا نہ تذکرہ کرتے ہیں نہ مذمت کرتے ہیں۔

حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت سید المرسلین ﷺ کی بعثت کے درمیان جوزمانہ گذراہے اس میں اصحاب الاخدود کا تذکرہ ملتاہے ۔ اصحاب الاخدود وہ لوگ تھے جنہوں نے خندقیں کھودکرآگ جلائی تھی اور اہل ایمان کو اس دہکتی آگ میں ڈال دیتےتھے۔ سورہ بروج میں فرمایا : قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ (4) النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ (5) إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ (6) وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ۔“ملعون ہوئے خندق والے جس وقت وہ لوگ آگ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کررہے تھے دیکھ رہے تھے ”۔ پھرفرمایا:وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ۔“ اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا سوائے اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے جو زبردست ہے اور حمد کا مستحق ہے ”

یعنی دشمنوں نے اہل ایمان کو جو تکلیف دی ، آگ میں ڈالاان سے دشمنوں کی ناراضگی بس اسی بات سے تھی کہ انہوں نے ایمان کو قبول کرلیا، اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے دین کوقبول کرلیناد شمنان توحید کے نزدیک سب سے بڑاجرم تھا۔

سورۃ المائدہ فرمایا: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ "آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب تم ہم سے صرف اس وجہ سے ناراض ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر ایمان لائے جو اس سے پہلے نازل کیاگیا اور بے شک تم میں سے اکثر فاسق ہیں ۔ یعنی اللہ تعالی کے نافرمان ہیں ،اس کے دین کو قبول نہیں کرتے ، تم میں سے بہت کم لوگ اللہ کے دین کو قبول کرتے ہیں ۔

سورہ بروج اور سورہ مائدہ کی آیات میں بتادیا کہ اہل ایمان سے دشمنی کرنے والے اہل ایمان کی کسی جنایت یاعیب یا قصور یاخطاکی وجہ سے بغض نہیں رکھتے صرف اس وجہ سے بغض رکھتے ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے ، مدعیان عقل اور مدعیان عدل وانصاف بتائیں کہ ان ایمان والوں کو تکلیف دینا ، گھروں سے نکالنا، جلاوطن کرنا، مقاطعہ کرنا،اس میں کونسا عدل وانصاف ہے اور کونسی خیر قائم کرنے کاارادہ ہے ؟اہل ایمان سے دشمنی رکھنے والے اپنے خالق ومالک کے باغی ہیں ،ان باغیوں کی مذمت نہیں کی جاتی ، اہل ایمان اگر ان حملوں کا دفاع کریں یا ان کو کفر وشرک سے نکالنے کے لیے قتال اور جہاد کریں تو اس پر اعتراض کیاجاتاہے ۔ لیکن اہل مکہ کی ان زیادتیوں کو پی جاتے ہیں جو انہوں نے اہل ایمان کے ساتھ روارکھیں ۔ اسلامی جہاد پر اعتراض کرنے والے بتائیں کہ یہ اللہ تعالی کےمظلوم بندے جن کا صرف یہی قصور تھا کہ وہ کفر چھوڑکر اسلام میں داخل ہوگئے ، اللہ کا نام لینے لگے ، نمازیں پڑھنے لگے ، اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے لگے ، جب ان ہر کافر چڑھ آئے ، ان پر حملہ کیااور ان کو مٹانے کی اسکیمیں بنائیں تو ان حالات میں یہ اہل ایمان کیاکرتے ؟ کیا یہ حضرات مظلوم اور مقہور ہوکر چپکے بیٹھے رہتے اور دشمنوں سے اپنی گردنیں کٹوالیتے ، کیا ان مظلوموں کو دفاع کرنے کا حق بھی نہ تھا !

پھر یہ تو بتائیں کہ مدینہ منورہ میں جو حضرات انصار نے اسلام قبول کیایہاں کس نے تلوار چلائی اور فتح مکہ کے بعد جو عرب کے وفود اور قبائل رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالی میں بڑی تعداد میں حاضر ہوئے ان پر کس نے حملہ کیا اور کو ن ان کی گردنوں میں طوق ڈال کر مدینہ میں لے کر آیا ؟ اور یہ بھی تو بتائیں کہ لنکا،برما، انڈونیشیا میں کس نے کافروں پر تلوار چلائی جو تلوار کے ڈرسے مسلمان ہوئے ۔

اور ہاں دور کیوں جائیں بتائیے افغانستا ن کے افغان کیسے مسلمان ہوئے ؟ بلکہ غیر منقسم ہندوستان کے بارے میں بتائیں کہ کس نے ہندوبت پرستوں کو زبر دستی مسلمان کیا ، کیاتاریخ میں ایسا کوئی واقعہ ہے کہ کسی مخلص مسلم متبع شریعت نے کسی ہندو کو کھڑا کرکے یوں کہا ہو کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ تیری گردن اڑاتاہوں ۔

۔ ہندوستان میں کئی سوسال تک مسلمانوں کی حکومت رہی ، یہاں بھی اگر تلوار کے زور سے ہندوؤں کو مسلمان کیاجاتا اور بدھسٹوں کو تلوار کے ذریعے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا تو ہندوستان میں ایک بھی گھر کسی کافر یا مشرک کاباقی نہ رہتا ، یہ جو کروڑوں مسلمان ہندوستان میں آباد ہیں یہ نو مسلموں کی اولاد ہیں جو برضا ورغبت مسلمان ہوئے حضرات صوفیہ ؒ کی دعوت وتبلیغ نے انہیں متاثر کیا ، مشہور ہے کہ معترض اندھا ہوتاہے، جو لوگ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں وہ حق اور حقیقت کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے ،فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ”بات یہ ہے کہ آنکھیں آندھی نہیں ہوجایاکرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ آندھے ہوجایا کرتے ہیں ”۔

(جاری ہے)

شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد جو پاکستان میں ناپید ہیں

شیخ عبدالرحمن

انسانی طبیعت میں چونکہ غضب، کبر، شہوت (جنسی شہوت، حبّ مال اور حبِّ جاہ) موجود ہے، اس لیے وہ اپنی شہوانی طبیعت کی تسکین کے لیے دوسروں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے سے گریز نہیں کرتا، کبرِ کی وجہ سے خود کو اللہ تعالیٰ کے قوانین کے سامنے سر جھکانے سے بڑا سمجھتے ہوئے کفر وارتداد کا شکار ہو جاتا ہے، اپنے مقابلے میں دوسروں کو ذلیل وحقیر سمجھتے ہوئے تہمت باندھنے کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ اسی طرح قوتِ غضبیہ کی تسکین کے لیے دوسروں کی مار پیٹ اور قتل جیسے جرائم کا مرتکب ہو جاتا ہے، حبِّ مال کی وجہ سے اسے ناجائز کاروبار اور غصب ونہب تک بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اور حُبِّ جاہ تو ایک ایسا مرض انسان کو لاحق ہے جس کی وجہ سے انسان ہر بُرائی کرنے کو ہر وقت تیار رہتا ہے۔ کسی کی جان جائے، کسی کی عزت پامال ہو، یا کسی کا مال تباہ ہو، اس سے اسے کوئی غرض نہیں، بس اس کو تو ہر قیمت پر ''جاہ وجلال اور دبدبہ''چاہیے۔

اسلام چونکہ ایک عالمگیر دین ہے، اس لیے اس میں انفرادی واجتماعی زندگی گزارنے کے اُصول موجود ہیں، اس میں طرزِ حکمرانی بھی موجود ہے اور رعایا ومحکوم لوگوں کے لیے بھی احکامات پائے جاتے ہیں، اس میں دنیاوی زندگی سنوارنے اور خرابی اور فساد کی روک تھام کے زرّیں اُصول موجود ہیں، اسلام چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک ابدی نظامِ حیات ہے اس لیے اس میں ہر قسم کے مسائل کا حل موجود ہے، بڑے معاملات کو تو چھوڑیئے اس میں تو چھوٹے سے چھوٹے معاملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیاہے، البتہ حساس معاملات اور اُمور کو محض بیان ووضاحت پر نہیں چھوڑا، کہ معاملہ واضح ہو گیا اور بس، بلکہ عملی زندگی کا حصہ بنانے کی خاطر انہیں مقتدر طبقہ کی ذمہ داری قرار دیاکہ انہیں اپنی سوسائٹی میں نافذ کریں۔

اسلامی شریعت نے انسانی عزت وشرافت، اور غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بچانے کی خاطرپانچ چیزوں کو انتہائی حساس قرار دیا ہے اور انہی کو اپنے احکامات کا محور بنایا ہے، وہ پانچ اُمور ''ضروراتِ خمس'' یا ''مصالحِ خمسہ'' یا ''مقاصد خمسہ'' کہلاتے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

1: دین کی حفاظت، 2: عقل کی حفاظت، 3: جان ونفس کی حفاظت، 4:عزت وناموس کی حفاظت، جس میں نسب ونسل کی حفاظت بھی شامل ہے، 5: مال کی حفاظت۔

چنانچہ اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے درج ذیل اقدامات اٹھائے ہیں:

اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے یہ حکم دیا ہے کہ ہر مسلمان (چاہے مرد ہو یا عورت) پر اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے جس سے وہ اپنے فرائض پورے کرسکے اورحرام اقوال وافعال سے بچ سکے، اور اگر خود

مکمل علم حاصل کرنا دشوار ہو تو دینِ اسلام نے ایسے شخص کو حکم دیا ہے کہ علماء وفقہاء کی طرف رجوع کرے۔

اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے بہت سارے اُمور میں عمل کو فرض وواجب قرار دیا ہے۔

اسلام نے دین کی حفاظت کی خاطر یہ بات بھی مسلمانوں پر واجب کی کہ وہ اپنے مابین ایک خلیفہ مقرر کرے تاکہ وہ دین کی حفاظت متعین اُصولوں کے مطابق کرے۔

اسلام نے دین کی حفاظت کی خاطر شریعت مطہّرۃ کی تحکیم کو واجب قرار دیا ہے۔

اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے دعوت وتبلیغ واجب قرار دی ہے۔

اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب قرار دیا ہے۔

اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے جہاد فی سبیل اللہ (چاہے اقدامی ہو یا دفاعی) کو واجب قرار دیا ہے۔

اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے امیر المؤمنین (خلیفہ) کے باغیوں کے ساتھ (باوجود مسلمان ہونے کے) جنگ کی اجازت دی۔

اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے مسلمانوں پر کفار سے براء (دشمنی) اور مسلمانوں کے ساتھ ولاء (دوستی) کو واجب قرار دیا تاکہ کفار ومنافقین مسلمانوں کے ساتھ قربت اختیار کرکے مسلمانوں پر اُن کے دین کو گڈ مڈ نہ کریں۔

اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے مرتد کے لیے قتل کی سزا مقرر کی ہے، تاکہ اس طرح دین کی اہانت نہ ہو سکے اور دین کی حفاظت ہو۔

اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے زنادقہ اور ملحدین کے قتل کو جائز قرار دیا ہے۔

اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے ایسے شخص کے خون بہانے کو جائز قرار دیا ہے جو دینی اُمور کے ساتھ استہزاء کرے، شعائر اللہ کی توہین کرے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔

اور اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے گنہگاروں اور نافرمانوں کے لیے توبے کا دروازہ آخری سانس تک کھلا رکھا ہے۔

چونکہ عقل ،انسانی اعضاء میں سب سے قیمتی جوہر ہے اس لیے تمام احکامات کا مدار عقل پر رکھا گیا، بغیر عقل کے انسان مکلف نہیں، تو جس طرح اسلام نے دین کی حفاظت کے لیے مخصوص اوامر ونواہی دیئے ہیں اسی طرح عقل کی حفاظت کے لیے بھی عملی اقدامات اٹھائے ہیں۔

چنانچہ اسلام نے شراب بلکہ ہر نشہ آور شے کو حرام قرار دیا تاکہ مسلمانوں کی عقل کی حفاظت ہو سکے۔

اسلام کے ہاں عقل اتنی محترم ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے شراب پینے والے، شراب بنانے والے، شراب خریدنے والے، شراب بیچنے والے، شراب اٹھا کر لیجانے والے، جس کی طرف لیجایا جائے ان سب پر لعنت بھیجی ہے۔

اسی لیے تو اسلام نے شراب پینے والے کے لیے ۸۰ کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔

مسلمانوں کی عقول کی حفاظت کے لیے مسلمان معاشرے میں مسلمان پر اس کی صنعت وتجارت، اور اس کی نقل وحرکت حرام قرار دی ہے۔

اسلام نے عقل کی حفاظت کے لیے نہ صرف یہ کہ نشہ آور اشیاء حرام کی ہے بلکہ صحتِ انسانی کے لیے ہر مضرِ چیز کو حرام قرار دیا ہے۔

اسلام نے عقل کو انتہائی محترم قرار دیتے ہوئے اس پر اعتداء کرنے والے پر مکمل دیت لازم کی ہے۔

اسلام نے دین وعقل کے بعد انسانی جان ونفس کی حفاظت کے لیے بھی مخصوص احکامات دیئے ہیں، مثلاً :

اسلام نے بلا سبب شرعی مسلمان کی جان کوحرام قرار دیا ہے اس لیے اگر کوئی شخص عمداً کسی کو قتل کرے تو اللہ تعالیٰ نے قصاص کو واجب قرار دیا ہے، اور اُخروی سزا جہنم مقرر کی ہے۔

قتل خطا اور ما دون النفس اتلافات کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی دیتیں، دو ماہ مسلسل روزہ رکھنے اور اعتاقِ رقبہ کو واجب قرار دیا ہے۔

اسلام نے جان کی حفاظت کے لیے عدوِّ صائل سے دفاع کو واجب قرار دیا ہے۔

اسلام نے جان کی حفاظت کے لیے (حد حرابہ)کو مشروع قرار دیا ہے۔

اسلام نے جان کی حفاظت کے لیے خود کشی کو حرام قرار دیا ہے۔

اسلام نے جان کی حفاظت کے لیے وہ مضرِ اشیاء (جن سے انسانی جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے) حرام قرار دی ہیں۔

اسلام نے جان کی حفاظت کے لیے امراض کی تداوی کو جائز قرار دیا ہے ۔

اسلام نے عزت وناموس (جس میں نسب بھی شامل ہے) کی حفاظت کے لیے بھی مضبوط اور ٹھوس احکامات دیئے ہیں:

اسلام نے عزت وناموس کی حفاظت کے لیے زنا کو حرام قرار دیا۔

اسلام نے دنیا میں اس کی سزا ’’محصن‘‘ کے لیے رجم اور ’’غیر محصن‘‘ کے لیے ۱۰۰ کوڑے مقرر کیے ہیں ، اور وہ سزا بھی لوگوں کے سامنے ہونی چاہیے، تاکہ اس شرمندگی کے خوف سے لوگوں کی عزتیں محفوظ ہوں۔

اسلام نے عزت وناموس کی حفاظت کے لیے صرف زنا نہیں بلکہ ہر ایسے برے انحراف کو ممنوع قرار دیا ہے جسے فطرتِ سلیمہ مکروہ وناپسند سمجھے، مثلاً: لواطت، استمناء بالید (جلق) اور سحاق وغیرہ۔

زنا وغیرہ کے تمام ذرائع کی روک تھام کے احکامات جاری فرمائے۔اسی لیے نکاح کی ترغیب دی ہے، اپنی لونڈی کے ساتھ ازدواجی تعلقات کی اجازت دی ہے، عورتوں پر پردہ کرنا لازمی قرار دیا ہے، عورتوں کو اگر بوقت ضرورت مردوں کے ساتھ بات کرنی ہو تو سخت لہجے میں بات کرے تاکہ دل میں شیطانی وساوس کے لیے جگہ باقی نہ رہے، نگاہیں نیچے رکھنے کا حکم دیا ہے، گھر وغیرہ میں داخل ہونے کو اجازت پر موقوف کیا ہے، اجنبی عورت کے ساتھ سفر وحضر میں خلوت کو حرام قرار دیا ہے، میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات میں خلل پڑنے کے بعد اگر استمرارِ زوجیت مضِر ہو تو طلاق وخلع کی اجازت دی ہے، طلاق وخلع اور موتِ زوج (شوہر) کے بعد عدت کو واجب قرار دیا ہے تاکہ دوسری شادی کے بعد اشتباہِ نسب کا معاملہ پیش نہ آئے۔ اور بعد میں باپ کو بچے کے حقوق کی ادائیگی میں اشتباہ نہ ہو اور بچے کو بھی اپنے حقوق مل سکے۔

اسلام نے عزت وناموس کی حفاظت کے لیے زنا کے ثبوت کے واسطے چار گواہوں کو پیش کرنے کا حکم دیا ہے، اور جو شخص چار گواہ پیش نہ کرسکا اس پر حدِّ قذف (جو کہ ۸۰ کوڑے ہیں)جاری کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسلامی شریعت میں عزت وناموس کی اتنی اہمیت ہے کہ ‘‘فواحش’’ کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا ہے۔

اسلام نے عزت وناموس کی حفاظت کے لیے غیبت کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح برے القاب سے پکارنے پر پابندی عائد کی ہے۔مسلمان کے ساتھ حسنِ ظن کا حکم دیا ہے، بدظنی سے منع کیا ہے، بلا ضرورت تجسس سے منع فرمایا ہے، تہمت اور شبہات کی جگہ سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔

اسلام نے مال کی حفاظت کے لیے بھی مخصوص احکامات دیئے ہیں، مثلاً:

چوری کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

ڈاکہ زنی (جس میں مال بھی لوٹا جاتا ہے) حرام قرار دیتے ہوئے اس کی سزا ‘‘حدِّ حرابہ’’ مقرر کی ہے (وہ سزا بصورتِ قتل بھی نافذ ہو سکتی ہے، ہاتھ پاؤں کاٹنا، یا جلا وطنی بھی ہو سکتی ہے۔

جو شخص چوری کرے اس کے ہاتھ کاٹنے کے لیے حد مقرر کی ہے۔

سود کو حرام قرار دیا ہے۔

اُن تمام ذرائع کو حرام قرار دیا ہے جن کی وجہ سے دوسرے لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھایا جاتا ہے،مثلاً رشوت لینا اور دینا وغیرہ۔

چیزوں میں ملاوٹ، ناپ تول میں کمی اور دھوکا دہی سے اسلام نے منع کیاہے۔

غصب (قبضہ) کرنا حرام قرار دیا ہے۔

حرام کاروبار اور حرام منافع کو ممنوع قرار دیا ہے۔

مالی حقوق کی حفاظت کے لیے معاملات لکھنے اور اس پر گواہ مقرر کرنے کا حکم از راہِ شفقت دیا۔

مال کے ضیاع کو منع فرمایا اور فضول خرچی پر پابندی لگادی، اسی طرح بے وقوف لوگوں کو مال کی سپردگی ممنوع قرار دیدیا۔

میراث کے احکامات دیئے تاکہ ہر وارث کو اس کا پورا حق مل سکے اور اس میں کوئی ظلم وتعدّی سے کام نہ لے۔

زکوٰۃ وصدقات کے احکامات دیئے تاکہ فقراء کے حوائج پورے ہوں اور مجبور ہو کر اغنیاء کے اموال پر دست درازی سے خود کو بچائے۔

خلاصۃًہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے ہمیں ہر اُس چیز کا حکم دیا ہے جس سے مسلمانوں کے مال کی حفاظت ہو، اس کے ناجائز طور پر لینے دینے کا سدِّباب ہو، اور اس کے جائز استعمال کے اُصول بتلائے۔

یہ بات بھی مدِّ نظر رہے کہ جن جرائم کی وجہ سے دین میں خلل واقع ہوتا ہے یا دنیاوی اُمور متاثر ہوتے ہیں اُن کے سدِّ باب کے لیے اسلام نے ایسی سزائیں مقرر کی ہیں جن سے نہ صرف یہ کہ فاعل منع ہوتا ہے بلکہ اور لوگوں کے لیے بھی باعثِ عبرت ہیں، اور یہ بات بھی ملحوظِ نظر رہے کہ ان سزاؤں کی تجویز کو انسانی عقل پر نہیں چھوڑا (کہ جس طرح چاہے قانون سازی کرے) چنانچہ دین کے تحفظ کے لیے ‘‘حدِّ ردّۃ’’ واجب کی، نفس کے بچاؤ کے لیے ‘‘حدِّ حرابہ’’ اور ‘‘قصاص’’ واجب کیا، عقل کی حفاظت کے لیے ‘‘حدِّ شرب خمر’’ واجب کی، نسب اور عزت کی حفاظت ‘‘حدِّ زنا’’ اور ‘‘حدِّ قذف’’ کے ذریعے کی، مال کا تحفظ ‘‘حدِّ سرقہ’’ اور ‘‘حدِّ حرابہ’’ کے ذریعے کیا۔

مذکورہ بالا وضاحت کے بعد شاید آپ کے ذہن میں یہ سوالات اُبھرے ہوں کہ ...

پاکستان میں یہ احکامات نظریاتی طور پر کس حد تک تسلیم ہیں؟ اور عملی اعتبار سے کتنے نافذ ہیں؟

آیا ایسا تو نہیں کہ ان کی جگہ انسانوں کے بنائے ہوئے طاغوتی قوانین مسلمانوں پر مسلط ہوں؟

آیا ہمارے ملک میں ایسا تو نہیں کہ انہی اسلامی احکامات کو منوانے کے لیے اُٹھنے والے مجاہدین کے دین کو بے دینی، ان کی عقل کو کم عقلی و جنون، ان کی جان لینے، ان کے مال کی ارزانی اور ان کی عزت کی پامالی کو قانونی طورپرجائز قرار دیا گیا ہو؟

... مسلمانوں کی جانوں کو کتنا تحفظ حاصل ہے؟ آیا آئے دن پاکستانی اداروں کے خفیہ ٹارچر سیلوں سے تشدد زدہ لاشیں مسلمان مجاہدین کی نہیں نکلتیں؟ جیلوں سے مجاہدین کو نکال نکال کر جعلی پولیس مقابلوں

میں شہید نہیں کیا جارہا ہے؟ روزانہ ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ہاتھوں کتنے مسلمان اپنی جان گنوا بیٹھتے ہیں؟

... مسلمانوں کی املاک کس قدر محفوظ ہیں؟ اس کا اندازہ ہر کسی کو ہے، حکومت خود سے نظریں ہٹانے کی خاطر حالات خراب کرتی ہیں جس کے نتیجے میں مارکیٹوں کے مارکیٹ جلا دیئے جاتے ہیں، آئے دن ہنگاموں میں سینکڑوں گاڑیاں نذر آتش کی جاتی ہیں، موبائل چھیننا ایک عام معمول بن گیا ہے، گاڑیوں (خصوصاً موٹر سائیکلز) کی چوری اور بزور چھیننے کا تناسب دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔

... مسلمانوں کی عزتیں کتنی محفوظ ہیں؟ مسلمان بچیوں کو کس طرح حکومتی سرپرستی میں بے راہ روی پر گامزن کیا جا رہا ہے؟ حکومتی سرپرستی میں عصمت فروشی (قحبہ خانوں، رنڈی خانوں، کال گرلز اور ماڈل گرلز کی صورت میں) زوروں پر ہے، کو ایجوکیشن سسٹم ، غیر اخلاقی سی ڈیز سنٹرز پر عدم پابندی (بلکہ سرپرستی) اور انٹرنیٹ وموبائل کو بے لگام چھوڑنے کے باعث مسلمانوں کی نئی نسل ''عزت وآبرو'' کے نام سے ناآشنا ہوتی جا رہی ہے، اسی لیے تو اخبارات ورسائل میں سب سے زیادہ خبریں عصمت دری اور قتل وغارت گری ہی کی پائی جاتی ہیں۔

ذرا سوچیں! اور اپنے دل سے حقیقتِ حال پر تبصرہ کیجیے کہ اہلیانِ پاکستان کس رُخ پر جا رہے ہیں؟ان کا دھارا اِسلام کی طرف ہے کہ کفر کی جانب؟ اہلیانِ پاکستان کا کردار اُن کے آخرت کی کامیابی ہے کہ بربادی؟

آج پاکستان سمیت پوری دنیا میں حکومتیں انسانی عقل کے ساتھ گھناؤنا کھیل، کھیل رہی ہیں، بادئ النظر میں آزاد انسانوں کے عقلوں کو غلامی کے سانچے میں ڈالنے کے لیے حکومتیں تمام ذرائع کو بروئے کار لا رہی ہیں، دانشوروں کو خریدا جا رہا ہے، مذہبی اسکالروں کو مخصوص ٹاسک دیا جاتا ہے، ائمہٗ مساجد کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ وہی کچھ منبر سے بیان کرے جو حکومتی پالیسی ہو، کالم نگار اور مضمون نویس حضرات تو وہی کچھ لکھتے ہیں جس سے انہیں دو ٹکے ملے، اِنکرپرسن اور تجزیہ نگاروں کا کام ہی عوام الناس کو ورغلانا ہوتا ہے، سینکڑوں نشریاتی ادارے صرف اسی مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں کہ عوام کے ذہن میں وہ کچھ ڈالا جائے جو حکومت چاہتی ہے، کسی کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنی ہو یا کسی کو ہیرو بنانا ہو تو حکومتیں یہ کام آج کل میڈیا کے ذریعے بآسانی کرواتی ہیں اور عوام کو محسوس تک نہیں ہوتا، مسلمانوں کے اہم ترین مسائل وفرائض سے لوگوں کی توجہ ہٹانی ہو تو یہی میڈیا اپنا کردار ادا کرتی ہے۔

اللہ تعالی پوری دنیا میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً مسلمانوں کی ان پانچوں چیزوں کی حفاظت فرمائے، آمین۔

وصلى الله على خير خلقه وآله وأصحابه أجمعين

انسان کی پیدائش کا مقصد

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ واخوانہ ومن والاہ ۔ امابعد ! فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم ثم جعلناک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا ولاتتبع اھواء الذین لایعلمون انھم لن یغنوا عنک من اللہ شیئاً وان الظالمین بعضھم اولیاء بعض واللہ ولی المتقین ۔

محترم مہاجرین اور مجاہدین بھائیو! میں نے سورۃ جاثیہ کی ۸۱ویں اور ۹۱ویں دوآیات آپ کے سامنے تلاوت کیں ۔ اللہ ہمیں ہماری زندگی کی ذمہ داری ، جس کے لیے اس نے ہمیں پیداکیاہے بیان کررہے ہیں ، کہ تمہاراکام کیاہوگا اور تمہارا دنیامیں آنا کس مقصد کے لیے ہے ، اور اس کام کا اللہ تعالی ہم سے مطالبہ کررہاہے اور اگر بالفرض ہم نے یہ ذمہ داری ادانہ کی تو پھر اللہ تعالی اپنے قانون کے بارے میں پوچھ سکتےہیں اور اللہ تعالی کی وعیدیں بھی قرآن حکیم میں بہت زیادہ ہیں ،توجس کااللہ تعالی اور اس کے دین پر ایمان ہو اور قیامت کومانتاہو، کہ ایک دن آنے والاہے اور اللہ تعالی کے سامنے پیش ہوناہے ، ننگے پاؤں اور ننگے سر ، ہمارے اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگااور اگر یہ منظرکسی کے سامنے ہو تو پھر وہ شتربے مہار نہیں بنے گا بلکہ اللہ کے حدودکے تحت زندگی گزارے گا ۔ تو ترجمہ یہ ہے اس آیت کریمہ کا : اللہ تعالی اپنے پیغمبر ﷺ کو فرماتے ہیں

ثُمَّ جَعَلْنَٰكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ فَٱتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۔ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا۟ عَنكَ مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۚ وَإِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۖ وَٱللَّهُ وَلِىُّ ٱلْمُتَّقِينَ۔ ”پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستہ پر دین کے کام کے سو تو اسی پر چل اور مت چل خواہشوں پر نادانوں کی ۔وہ ہر گز کام نہ آئیں گے تیرے اللہ کے سامنے ذرا بھی اور بےانصاف ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اللہ رفیق ہے ڈرنے والوں کا“

اللہ تعالی اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمارہے ہیں کہ ہم نے آپ کوایک دین (شریعت) پررکھاہے جو کہ اللہ تعالی کا امر ہے یہ شریعت اللہ کادین (قانون) ہے اے پیغمبرﷺ آپ اس کے تابع ہوجائیں ، تو آپ دیکھیں کہ نبی کریم ﷺ امام الناس ہیں انسانوں اور انبیاءمیں سب سے افضل واکرم ہیں لیکن وہ شریعت سے بالاتر نہیں ہیں ، اللہ تعالی ان کو فرمارہے ہیں کہ آپ شریعت کے تابع ہوجائیں، یعنی شریعت رسول اللہ ﷺ سے بھی اوپر ہے تو کون ہے جو شریعت سے بالا ترہوجائے یاشریعت سےماوراء اپنا حکم چلانے کی کوشش کرے “ اور مت چل خواہشوں پر نادانوں کی” اس لیے کہ اگر اللہ کے قانون کے مقابلے میں آپ نے کسی اور کا قانون مان لیا تو اس کی اللہ تمہیں سزا دے گا اس لیے“ وہ ہر گز کام نہ آئیں گے تیرے اللہ کے سامنے ذرا بھی” کیوں کہ اللہ اپنے

امیر تحریک طالبان پاکستان محترم طالب حق فضل اللہ خراسانی حفظہ اللہ

عذاب کے متعلق کسی کی نہیں مانتا،اس لیے اللہ تعالی ہمیں ڈرارہاہے کہ آپ اللہ تعا لی کے قانون کے مقابلے میں کسی کی تابعداری نہ کریں وکسی کا لحاظ نہ کریں اور کسی کے سامنے سر نہ جھکائیں اگر چہ تمہاراخون بہایاجائے ۔یہی تمہارے لیے فائدے کی بات ہے کہ دنیا سے جاؤ تو غیرت کے ساتھ ،اور اگر غلامی کی زندگی اختیار کریں اور انسان انسانوں کی تابعداری کرنے لگے تو اس کے لیے نقصان ہےچاہے دنیا میں کتناہی عرصہ رہے " اور بےانصاف ایک دوسرے کے رفیق ہیں" وہ تمہارے دشمن ہیں تم جتنا بھی ان کے قریب ہوجاؤ وہ تمہارے دوست نہیں بنیں گے " اور اللہ رفیق ہے ڈرنے والوں کا " اور تقوی بھی یہ ہے کہ شریعت کی تابعداری ہو ، تو اس بنیاد پر اللہ نے ہمیں صاف راستہ دکھایا کہ تم نے زندگی کو کیسے گذارنا ہے اور خواہش کی نہیں ماننی ہے ، جس نے خواہش کو شریعت پر ترجیح دے دی تو یہ جہنم کا ویزا ہے اور جس نے شریعت کو خواہش پر ترجیح دے دی تو یہ جنت کا ویزا ہے ، جنت کی حوروں کا یہی حق مہر ہے ۔ ہمیں اکثر لوگ کہتے ہیں کہ تحریک طالبان پاکستان کا مقصد ،مؤقف اور مدعاکیاہے ہمارا یہی مقصد ہے کہ اللہ تعالی کے رسول ﷺ شریعت کے تابع تھے تو ہم بھی شریعت کے تابع ہے اور اس قوم کو بھی اللہ تعالی نے اپنی شریعت کے لیے پیداکیاہے اس کو کفر کے لیے پیدانہیں کیا ، اس کو انگریز کے قانون کے لیے پیدانہیں کیا ۔ زمین اللہ تعالی کی ہے ، آسمان اللہ تعالی کا ہے تو قانون بھی اللہ تعالی کا ہوگا تو اس وجہ سے ہمارا مؤقف بھی واضح ہوا کہ نظریہ پاکستان کو عملی کرنا اور جو قربانی اس کے لیے دی گئی تھی اس قربانی کا حساب لینا، لاکھوں لوگوں نے قربانی اس لیے دی تھی کہ پاکستان کفری قوانین سے جدا اور آزاد ٹکڑا ہوگا اور اس لیے نہیں دی تھی کہ سرخ انگریز جائے تو کالا انگریز اس پر بیٹھے ۔ ہماری انگریز کی سبز اور نیلی آنکھوں اور سرخ چمڑے سے دشمنی نہیں تھی بلکہ ہماری دشمنی اس کے قانون سے تھی ، ، آج بھی اس کا وہ قانون چل رہاہے جس کو کلمہ گو کافر چلارہے ہیں ،نمازی اور روزہ دار انگریز پیدا ہوگئے ہیں جیسا کہ ابوجہل اور عبداللہ ابن ابی روزہ رکھنے والے اور حاجی تھے لیکن کافر اور بے دین تھے ۔ بھائیو ! ہمارے جہاد کا مقصد بھی شریعت ہے اور اگر امن آتا بھی ہے تو وہ شریعت کی وجہ سے آسکتاہے اور اگر بالفرض بغیر شریعت کے امن آسکتا تو آج آپ جائیں افغانستان ، جہاں دنیا کی تمام طاقتیں موجود ہیں ، لیکن لوگ قتل ہورہے ہیں گاڑیاں چوری ہورہی ہیں اور روزانہ اتنے زیادہ قتل ہورہےہیں کہ ان کا حساب حکومت کو بھی معلوم نہیں ، اور پھر طالبان کے دور کو دیکھیں کہ جب ایمان تھا اور شریعت تھی تو ایسا امن تھا کہ سات سال میں دس قتل بھی نہیں ہوئے ، نہ زناتھا اور نہ ہی چوری تھی اور نہ ہی مہنگائی تھی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں تھیں کیوں کہ اللہ تعالی نے وعدہ کیاہے کہ اگر تم میری مانوگے تو میں تمہاری مانوں گا ، اور جب شریعت نافذ ہوجائے گی تو اللہ تعالی تم پر بارشیں برسائیں گے ۔۔

امیر تحریک طالبان پاکستان محترم طالب حق فضل اللہ خراسانی حفظہ اللہ

حادثہ کربلا

مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی

عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد بن ابی وقاص کورے کی حکومت پر نامزد کیا' اور فی الحال چار ہزار فوج دے کر مامور کیا کہ صحرا میں نکل کر تمام راستوں اور سڑکوں کی نگرانی کرواؤ' حسین بن علی کا کھوج لگاؤ' کہ وہ کس طرف سے آرہے ہیں اور کہاں ہیں اور ایک ہزار آدمی حر بن یزید تمیمی کے سپرد کر کے اس کو بھی گشت و گرد اوری پر مامور کیا' عمرو بن سعد مقام قادسیہ میں ہو کر ہر سمت کی خبریں منگوانے کا انتظام کرنے لگا۔ حسینؓ ایک عجیب شش و پنج کے عالم میں مقام سراف تک پہنچے' اس سے آگے بڑھے تو حربن یزید تمیمی معہ اپنی ایک ہزار فوج کے سامنے آیا۔ امام حسینؓ نے آگے بڑھ کر حر سے کہا کہ میں تم ہی لوگوں کے بلانے سے یہاں آیا ہوں اگر تم لوگ اپنے عہد و اقرار پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر میں داخل ہوں' نہیں تو جس طرف سے آیا ہوں اسی طرف واپس چلا جاؤں گا' حر نے کہا ہم کو عبیداللہ بن زیاد کا حکم ہے کہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں اور آپ کو اس کے سامنے زیر حراست لے چلیں' حسینؓ نے کہا کہ یہ ذلت تو ہرگز گوارا نہیں ہو سکتی' کہ ابن زیاد کے سامنے گرفتار ہو کر جائیں۔ اس کے بعد انہوں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا تو حر نے ابن زیاد کے خوف سے ان کو واپس ہونے سے روکا' اور واپسی کے راستے میں اپنی فوج لے کر کھڑا ہو گیا' حسینؓ نے وہاں سے شمال کی جانب کوچ کیا اور قادسیہ کے قریب پہنچ گئے' وہاں معلوم ہوا کہ عمرو بن سعد ایک بڑی فوج کے ساتھ مقیم ہے حر آپ کے پیچھے پیچھے تھا' قادسیہ کے قریب پہنچ کر حسینؓ وہاں سے لوٹے اور دس میل چل کر مقام کربلا میں آکر مقیم ہوئے۔ عمرو بن سعد آپ کی خبر سن کر معہ فوج روانہ ہوا اور سراغ لیتا ہوا اگلے روز کربلا پہنچ گیا' قریب پہنچ کر عمرو بن سعد اپنی فوج سے جدا ہو کر آگے آیا' اور حسینؓ کو آواز دے کر اپنے قریب بلایا' سلام علیک کے بعد ابن سعد نے کہا:''بے شک آپ یزید کے مقابلہ میں زیادہ مستحق خلافت ہیں' لیکن اللہ کو یہ منظور نہیں کہ آپ کے خاندان میں حکومت و خلافت آئے' علیؓ اور حسنؓ کے حالات آپ کے سامنے گذر چکے ہیں' اگر آپ اس سلطنت و حکومت کے خیال کو چھوڑ دیں' تو بڑی آسانی سے آزاد ہو سکتے ہیں' نہیں تو پھر آپ کی جان کو خطرہ ہے اور ہم لوگ آپ کی گرفتاری پر مامور ہیں''۔ حسینؓ نے فرمایا:''میں اس وقت تین باتیں پیش کرتا ہوں' تم ان تین میں سے جس کو چاہو میرے لیے منظور کر لو۔ اول تو یہ کہ جس طرف سے میں آیا ہوں اسی طرف مجھ کو واپس جانے دو' تاکہ میں مکہ معظمہ میں پہنچ کر عبادت الٰہی میں مصروف رہوں۔دوم یہ کہ مجھ کو کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو' کہ وہاں کفار کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں۔سوم یہ کہ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ' اور مجھ کو سیدھا یزید کے پاس دمشق کی جانب جانے دو' میرے پیچھے پیچھے اپنے اطمینان کی غرض سے تم بھی چل سکتے ہو' میں یزید کے پاس جا کر براہ راست اس سے اپنا معاملہ اسی طرح طے کر لوں گا' جیسا کہ میرے بڑے بھائی حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے طے کیا تھا''۔ عمرو بن سعد یہ سن کر بہت خوش ہوا' اور کہا کہ میں بطور خود کوئی پختہ جو اب آپ کو اس وقت ان باتوں کے متعلق نہیں دے سکتا' ابھی عبیداللہ بن زیاد کو اطلاع دیتا ہوں' یقین ہے کہ وہ ضرور ان میں سے کسی ایک بات کو منظور کر لے گا' عمرو بن سعد بھی اسی میدان میں خیمہ زن ہو گیا' اور ابن زیاد کو یہ تمام کیفیت لکھ کر بھیجی۔۲ محرم ۶۱ھ کو کربلا میں عمرو بن سعد امام حسینؓ کے پہنچنے سے اگلے دن جا کر مقیم ہوا تھا' اور اسی روز یہ گفتگو ہوئی

تھی' عبیداللہ بن زیاد عمرو بن سعد کا خط پڑھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے کہا کہ حسینؓ نے وہ بات کی ہے' جس سے فتنہ کا دروازہ بالکل بند ہو جائے گا اور وہ یزید کے پاس جا کر بیعت کر لیں گے تو پھر کوئی خطرہ باقی ہی نہ رہے گا۔ لیکن شمراس وقت اس کے پاس موجود تھا اس نے کہا اے امیر !اس وقت تجھ کو موقع حاصل ہے کہ تو حسینؓ کو بلا تکلف قتل کر دے' تجھ پر کوئی الزام عائد نہ ہو گا۔ لیکن اگر حسینؓ یزید کے پاس چلے گئے' تو پھر ان کے مقابلہ میں تیری کوئی عزت و قدر باقی نہ رہے گی اور وہ تجھ سے زیادہ مرتبہ حاصل کر لیں گے' یہ سن کر ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو جواب میں لکھا کہ:"یہ تینوں باتیں کسی طرح منظور نہیں ہو سکتیں' ہاں صرف ایک صورت قابل پذیرائی ہے' وہ یہ کہ امام حسینؓ اپنے آپ کو ہمارے سپرد کر دیں اور یزید کی بیعت اول نیابتاً میرے ہاتھ پرکریں' پھر میں ان کو یزید کے پاس اپنے اہتمام سے روا نہ کروں گا"۔اس جواب کے آنے پر عمرو بن سعد نے حسینؓ کو اطلاع دی اور کہا کہ میں مجبور ہوں' ابن زیاد خلافت یزید کی بیعت اول اپنے ہاتھ میں چاہتا ہے اورکسی دوسری بات کو منظور نہیں کرتا' امام حسینؓ نے کہا کہ اس سے تو مر جانا بہتر ہے کہ میں ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ابن سعد اس کوشش میں مصروف تھا کہ کسی طرح کشت و خون نہ ہو' یا حسینؓ ہی ابن زیاد کی شرط مان لیں' یا ابن زیاد حسینؓ کی منشاء کے موافق ان کو جانے کی اجازت دے دے۔ اس خط و کتابت اور انکار واصرار میں ایک ہفتہ تک حسینؓ اور ابن سعد دونوں اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کربلا کے میدان میں خیمہ زن رہے' حسینؓ کے ساتھی ابن سعد کے لشکریوں کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھتے'اور حسینؓ صفوں کو درست کرتے' ابن زیاد کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو اس کو فکر پیدا ہوئی' کہ کہیں ابن سعد امام حسینؓ سے سازش نہ کرے' اس نے فوراً ایک چوب دار جویرہ بن تمیمی کو بلایااور ابن سعد کے نام ایک خط لکھ کر دیا کہ:"میں نے تم کو حسین بن علی کی گرفتاری پر مامور کیا تھا' تمہارا فرض تھا کہ ان کو گرفتار کر کے میرے پاس لاتے یا گرفتار نہ کر سکتے تو ان کا سر کاٹ کر لاتے' میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم ان کی مصاحبت اختیار کر کے دوستانہ تعلقات بڑھاؤ' اب تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ فوراً بلاتامل خط پڑھتے ہی یا تو حسین بن علی کو میرے پاس لاؤ' ورنہ جنگ کر کے ان کا سر کاٹ کر بھیجو' اگر ذرا بھی تامل تم سے سرزد ہوا تو میں نے اپنے سر ہنگ کو جو یہ خط لیکر آرہا ہے' حکم دیا ہے کہ وہ تم کو گرفتار کر کے میرے پاس پہنچائے اور لشکر وہیں مقیم رہ کر دوسرے سردار کا منتظر رہے' جس کو میں تمہاری جگہ مامور کر کے بھیجوں گا"۔جویرہ یہ خط لے کر جمعرات کے دن ۹ محرم ۱۶ھ کو ابن سعد کے پاس پہنچا' ابن سعد اس وقت اپنے خیمہ میں بیٹھا تھا' خط پڑھتے ہی کھڑا ہو گیا' اور گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کو تیاری کا حکم دیا' اور جویرہ بن بدر سے کہا کہ تم گواہ رہنا' کہ میں نے امیر کا حکم پڑھتے ہی اس کی تعمیل کی ہے' پھر صفوف جنگ آراستہ کر کے جویرہ کو ہمراہ لے کر آگے بڑھا اور حسینؓ کو سامنے بلوا کر کہا کہ امیر ابن زیاد کا حکم آیا ہے اگر میں اس کی تعمیل میں ذرا بھی دیر کروں تو یہ قاصد موجود ہے' جس کو حکم دیا گیا ہے کہ فوراً مجھ کو قید کر لے۔ حسینؓ نے کہا کہ مجھ کو کل تک کے لیے اور سوچنے کی مہلت دو' ابن سعد نے جویرہ کی طرف دیکھا' اس نے کہا کہ کل کچھ دور نہیں ہے' اتنی مہلت دے دینی چاہیے' ابن سعد میدان سے واپس آیا اور فوج کو حکم دیا' کہ کمر کھول دو' آج کوئی لڑائی نہ ہو گی۔عبیداللہ بن زیاد نے جویرہ بن بدر کے ہاتھ یہ حکم روانہ کرنے کے بعد سوچا' اگر ابن سعد نے سستی کی اور جویرہ نے اس کو قید کر لیا تو فوج بغیر افسر منتشر ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ حسینؓ ہی سے جا ملے' اس صورت

میں ضرور دقت و پریشانی کا سامنا ہو گا اور امام حسینؑ کو موقع مل جائے گا کہ وہ مکہ کی طرف فرار ہو جائیں اور قابو میں آئے ہوئے نکل جائیں' چنانچہ اس نے فوراً شمر کو بلوایا اور کہا کہ میں جویرہ کو بھیج چکا ہوں اور اس کو حکم دے دیا ہے کہ اگر ابن سعد لڑائی میں تامل کرے تو اس کو گرفتار کر کے لے آئے' ابن سعد کی طرف سے مجھ کو منافقت کا شبہ ہے' اگر ابن سعد کو جویرہ نے گرفتار کر لیا تو فوج جو میدان میں پڑی ہوئی ہے' سب آوارہ اور ضائع ہو جائے گی'میں تجھ سے بہتر اس کام کے لیے دوسرا شخص نہیں پاتا' تو میدان کربلا کی طرف جا اور ابن سعد گرفتار ہو چکا ہو تو فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے' اور حسینؑ سے لڑ کر ان کا سر کاٹ لا' اگر ابن سعد گرفتار نہ ہوا ہو اور لڑائی میں تامل کر رہا ہو تو فوراً جاتے ہی لڑائی چھیڑ دے' اور کام کو جلدی ختم کر دے' شمر نے کہا کہ میری ایک شرط ہے' وہ یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ میری بہن ام نسبین بنت حرام علیؑ کی بیوی تھی' جس کے بطن سے علیؑ کے چار بیٹے عبیداللہ' جعفر' عثمان' عباس پیدا ہوئے' میرے یہ بھانجے بھی اپنے بھائی حسینؑ کے ہمراہ میدان کربلا میں موجود ہیں' آپ ان چاروں کو جان کی امان دے دیں' عبیداللہ بن زیاد نے اسی وقت کاغذ منگوا کر چاروں کے لیے امان لکھ کر اور مہر لگا کر شمر کے سپرد کیا اور اسی وقت اس کو رخصت کر دیا۔جویرہ رات کے وقت روانہ ہوا تھا اور جمعرات کے دن علی الصبح لشکر گاہ کربلا میں پہنچ گیا تھا' شمر صبح کے وقت روانہ ہوا ' اور عصر کے وقت پہنچا' شمرکے آنے پر تمام کیفیت جو پیش آئی تھی سنا دی'شمر نے کہا کہ میں تو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ دوں گا' یا تو اسی وقت لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ ' ورنہ لشکر میرے سپرد کر دو' ابن سعد اسی وقت سوار ہوا اور شمر کو ہمراہ لے کر حسینؑ کے پاس آیا اور کہا کہ عبیداللہ بن زیاد نے یہ دوسرا قاصد بھیجا ہے اور مہلت آپ کو بالکل دینا نہیں چاہتا' حسینؑ نے کہا کہ سبحان اللہ اب مہلت کے دینے یا نہ دینے کی کیا ضرورت ہے' آفتاب تو غروب ہو رہا ہے' کیا رات کے وقت بھی تم لوگ جنگ کو کل کے لیے ملتوی نہ رکھو گے' یہ سن کر شمر نے بھی کل صبح تک کا انتظار مناسب سمجھا' اور دونوں اپنی لشکر گاہ کو واپس چلے آئے۔

حسینؑ پر پانی کی بندش : رات کے وقت عبیداللہ بن زیاد کا حکم پہنچا کہ ''اگر ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی ہے' تو اسی وقت جب کہ یہ حکم پہنچے پانی پر قبضہ کر لو اور حسین بن علی اور ان کے ساتھیوں کے لیے پانی بند کر دو' اور اگر سپاہ شمر کے زیر کمان آگئی ہے تو شمر کو اس حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔عمرو بن سعد نے اس حکم کے پہنچتے ہی عمرو بن الحجاج کو پانچ سو سوار دے کر ساحل فرات پر متعین کر دیا' اتفاقاً دن میں امام حسینؑ کے ساتھیوں نے پانی اپنے لیے نہیں بھرا تھا' ان کے تمام برتن خالی ہو گئے تھے' رات کو جب پانی بھرنا چاہا تو معلوم ہوا' کہ دشمنوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے' امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباس بن علی کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ پانی لینے کو بھیجا کہ زبردستی پانی لائیں'مگر ان ظالموں نے پانی نہ لینے دیا' اب دم بدم پیاس کی شدت نے تکلیف پہنچانی شروع کی' یہ ایسی اذیت تھی جو تیر و شمشیر کی اذیت سے زیادہ سوہان روح تھی۔امام حسینؑ کے چھوٹے بیٹے علی بن حسین بیمار تھے اور خیمے میں پڑے رہتے تھے وہ اور ان کی بہن ام کلثوم یہ دیکھ کر کہ صبح کو دشمنوں کا حملہ ہو گا اور تمام عزیز و اقارب جو اس وقت موجود ہیں قتل و شہید ہوں گے' رونے لگے' ان دونوں کے رونے کی آواز سن کر حسینؑ خیمہ کے اندر آئے اور کہا کہ دشمن ہمارے قریب ہی خیمہ زن ہے' تمہارے رونے کی آواز سن کر وہ خوش ہوں گے اور ساتھیوں کے دل تھوڑے ہوں گے' تم کو ہر گز ہائے وائے کچھ نہیں کرنی چاہیے' ان کو بہ مشکل خاموش کیا اور باہر آکر فرمایا کہ واقعی بچوں اور عورتوں کو ہمراہ لانے میں ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہے' ان کو ہر گز

ہمراہ نہ لانا چاہیے تھا۔اس کے بعد حسینؑ نے اپنے تمام ساتھیوں کو اپنے سامنے بلا کر کہا کہ تم لوگ یہاں سے جس طرف مناسب سمجھو چلے جاؤ' تم کو کوئی کچھ بھی نہیں کہے گا کیوں کہ دشمن کو صرف میری ذات سے کام ہے' تمہارے چلے جانے کو تو وہ غنیمت سمجھیں گے۔ میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنی اپنی جان بچا لو' ساتھیوں نے یہ سن کر کہا کہ ہم ہر گز ہر گز آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے' ہم سب آپ کے اوپر قربان ہو جائیں گے' اور جب تک ہمارے دم میں دم ہے آپ کو تکلیف نہیں پہنچنے دیں گے۔اسی شب تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص طراح بن عدی جو اس نواح میں آیا ہوا تھا' حسینؑ اور ابن سعد کے لشکروں کا حال سن کر امام حسینؑ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ تنہا میرے ساتھ چلیں' میں آپ کو ایک ایسے راستے سے لے چلوں گا کہ کسی کو بالکل اطلاع نہ ہو سکے گی اور آپ کو قبیلہ بنی طے میں لے جا کر پانچ ہزار آدمی اپنے قبیلے کے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا' آپ ان پانچ ہزار سے جو چاہیں کام لیں' امام حسینؑ نے کہا کہ میں نے ابھی ان سب سے کہا تھا کہ مجھ کو تنہا چھوڑ کر تم سب چلے جاؤ' انہوں نے اس بات کو گوارا نہیں کیا' اب یہ کیسے ممکن ہے کہ میں ان سب کو چھوڑ کر تنہا اپنی جان بچا کر نکل جاؤں' ان کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو تو وہ کچھ کہیں گے نہیں' جیسا کہ آپ ابھی فرما چکے ہیں' وہ تو تنہا آپ کے دشمن ہیں' لہٰذا آپ اپنی جان بچانے کے لیے نکل جائیں'حسینؑ نے کہا کہ عزیزوں اور قریبی رشتہ داروں کے بغیر کوئی چیز بھی گوارا نہیں ہوسکتی' میں آپ لوگوں کی معیت کے اپنی جان بچانے کے لیے ہر گز نہ جاؤں گا' چنانچہ اس شخص کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔جب صبح ہوئی تو شمر اور عمرو بن سعد صفوف لشکر کو آراستہ کر کے میدان میں آئے' حسینؑ نے بھی اپنے ساتھیوں کو مناسب ہدایات دے کر متعین کیا' شمر نے عبیداللہ' جعفر' عثمان' عباس کو میدان میں بلوا کر کہا کہ تم کو امیر زیاد نے امان دے دی ہے' انہوں نے کہا کہ ابن زیاد کی امان سے اللہ کی امان بہتر ہے' شمر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔بعض روایات کے موافق آپ کے ہمراہ اس وقت جب کہ لڑائی ۱۰ محرم ۱۶ھ کی صبح کو شروع ہوئی ہے' بہتر آدمی موجود تھے' بعض روایات کے موافق ایک سو چالیس اور بعض کے موافق دوسو چالیس تھے' بہرحال اگر بڑی سے بڑی تعداد یعنی دو سو چالیس بھی تسلیم کر لیں تو دشمنوں کی ہزارہا جرار فوج کے مقابلے میں حسینؑ کے ساتھی کوئی حقیقت نہ رکھتے تھے۔ حسینؑ اپنے ساتھیوں کومناسب مقامات پر کھڑا کر کے اور ضروری وصیتیں فرما کر اونٹ پر سوار ہوئے' اور کوفی لشکر کی صفوف کے سامنے تنہا گئے' ان لوگوں کو بلند آواز سے مخاطب ہو کر کے ایک تقریر شروع کی اور فرمایا کہ۔اے کوفیو! میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تقریر کوئی نتیجہ میرے لیے اس وقت پیدا نہ کرے گی اور تم کو جو کچھ کرنا ہے تم اس سے باز نہ آؤ گے' لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی حجت تم پر پوری ہو جائے' اور میرا عذر بھی تم پر ظاہر ہو جائے۔ابھی اسی قدر الفاظ کہنے پائے تھے' کہ آپ کے خیموں سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں' ان آوازوں کے سننے پر آپ کو سخت ملال ہوا اور سلسلہ کلام کو روک کر اور لاحول پڑھ کر آپ نے کہا۔ کہ عبداللہ بن عباس مجھ سے سچ کہتے تھے کہ عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لے جاؤ' مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے ان کے مشورے پر عمل نہ کیا' پھر لوٹ کر اپنے بھائی اور بیٹوں کو پکار کر کہا کہ ان عورتوں کو رونے سے منع کرو' اور کہو کہ اس وقت خاموش رہو' کل خوب دل بھر کر رو لینا' انہوں نے عورتوں کو سمجھایا اور وہ آوازیں بند ہوئیں' حسینؑ نے پھر کوفیوں کی طرف متوجہ ہو کر اپنی تقریر اس طرح شروع کی:''لوگو! تم میں سے ہر ایک شخص جو مجھ سے واقف ہے اور ہر ایک وہ شخص بھی جو مجھ کو نہیں جانتا' اچھی طرح آگاہ ہو جائے'

کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا نواسا اور علیؓ کا بیٹا ہوں' سیدہ فاطمہؓ میری ماں اور جعفر طیارؓ میرے چچا تھے' اس فخر نسبی کے علاوہ مجھ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مجھ اور میرے بھائی حسنؓ کو جوانان اہل جنت کا سردار بتایا ہے' اگر تم کو میری بات کا یقین نہ ہو تو ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے بہت سے صحابیؓ زندہ ہیں تم ان سے میری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو' میں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی' میں نے کبھی نماز قضا نہیں کی' اور میں نے کسی مومن کو قتل نہیں کیا اور نہ آزار پہنچایا' اگر عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا بھی باقی ہوتا تو تمام عیسائی قیامت تک اس گدھے کی پرورش اور نگہداشت میں مصروف رہتے' تم کیسے مسلمان اور کیسے امتی ہو کہ اپنے رسول کے نواسے کو قتل کرنا چاہتے ہو' نہ تم کو اللہ تعالیٰ کا خوف ہے' نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی شرم ہے' میں نے جب کہ ساری عمر کسی شخص کو بھی قتل نہیں کیا تو ظاہر ہے کہ مجھ پر کسی کا قصاص بھی نہیں' پھر تم بتاؤ کہ تم نے میرے خون کو کس طرح حلال سمجھ لیا ہے' میں دنیا کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے قدموں میں پڑا تھا' تم نے وہاں بھی مجھ کو نہ رہنے دیا' پھر مکہ معظمہ کے اندر بیت اللہ میں مصروف عبادت تھا' تم کوفیوں نے مجھ کو وہاں بھی چین نہ لینے دیا' اورمیرے پاس مسلسل خطوط بھیجے' کہ ہم تم کو امارت کا حق دار سمجھتے' اور تمہارے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا چاہتے ہیں' جب تمہارے بلانے کے موافق میں یہاں آیا تو اب تم مجھ سے برگشتہ ہو گئے' اب بھی اگر تم میری مدد کرو' تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھ کو قتل نہ کرو اور آزاد چھوڑ دو تاکہ میں مکہ یا مدینہ میں جا کر مصروف عبادت ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ خود اس جہان میں فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر تھا اور کون ظالم تھا''۔اس تقریر کو سن کر سب خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا' تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد حسینؓ نے فرمایا کہ:اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے تم پر حجت پوری کر دی' اور تم کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے۔پھر آپ نے ایک ایک کا نام لے کر آواز دی کہ ''اے شبث بن ربیعی' اے حجاج بن الحسن' اے قیس بن الاشعث' اے حر بن یزید تمیمی' اے فلاں و فلاں کیا تم نے مجھ کو خطوط نہیں لکھے تھے' اور مجھ کو باصرار یہاں نہیں بلوایا تھا' اب جب کہ میں یہاں آیا ہوں' تو تم مجھ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو۔یہ سن کر ان سب لوگوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا اور نہ آپ کو بلایا' حسینؓ نے وہ خطوط نکالے اور الگ الگ پڑھ کر سنائے کہ یہ تمہارے خطوط ہیں انہوں نے کہا کہ خواہ ہم نے یہ خطوط بھیجے ہیں یا نہیں بھیجے'' مگر اب ہم علی الاعلان آپ سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں' یہ سن کر حسینؓ اونٹ سے اترے اور گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی کے لیے مستعد ہو گئے۔کوفی لشکر سے اول ایک شخص میدان میں مقابلہ کی غرض سے نکلا' مگر اس کا گھوڑا ایسا بدکا کہ وہ گھوڑے سے گرا اور مر گیا' اس کیفیت کو دیکھ کر حربن یزید تمیمی اس انداز سے جیسے کوئی حملہ آور ہوتا ہے اپنی ڈھال سامنے کر کے اور گھوڑا دوڑا کر حسینؓ کے پاس آیا اور ڈھال پھینک دی' حسینؓ نے پوچھا کہ تو کس لیے آیا ہے' اس نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں' جس نے آپ کو ہر طرف سے گھیر کر اور روک کر واپس نہ جانے دیا اور اس میدان میں قیام کرنے پر مجبور کیا میں اپنی اس خطا کی تلافی میں اب آپ کی طرف سے کوفیوں کا مقابلہ کروں گا' آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں' حسینؓ نے اس کو دعا دی اور بہت خوش ہوئے۔شمر نے عمرو بن سعد سے کہا کہ اب دیر کیوں کر رہے ہو' عمرو بن سعد نے فوراً ایک تیر کمان جوڑ کر حسینؓ کے لشکر کی طرف پھینکا'اور کہا کہ تم گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے' اس کے بعد کوفیوں کے لشکر سے دو آدمی نکلے'

حسینؑ کی طرف سے ایک بہادر نے مقابلہ پر جا کر دونوں کو قتل کر دیا' پھر اسی طرح لڑائی کا سلسلہ جاری ہوا' دیر تک مبارزت کی لڑائی ہوتی رہی اور اس میں کوفیوں کے زیادہ آدمی مارے گئے' پھر اس کے بعد حسینؑ کی طرف سے ایک ایک آدمیوں نے کوفیوں کی صفوں پر حملہ کرنا شروع کیا'اس طرح بہت سے آدمیوں کا نقصان ہوا۔ امام حسینؑ کے ساتھیوں نے آل ابی طالب کو اس وقت تک میدان میں نہ نکلنے دیا' جب تک کہ وہ ایک ایک کر کے سب کے سب نہ مارے گئے' آخر میں مسلم بن عقیل کے بیٹوں نے آل ابی طالب پر سبقت کی' ان کے بعد حسینؑ کے بیٹے علی اکبرؑ نے دشمنوں پر رستمانہ حملے کیے' اور بہت سے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد خودبھی شہید ہو گئے' ان کے قتل ہونے کے بعد حسینؑ سے ضبط نہ ہو سکا' اور آپ رونے لگے' پھر آپ کے بھائی عبداللہ و محمد و جعفر و عثمان نے دشمنوں پر حملہ کیا اور بہت سے دشمنوں کو مار کر خود بھی ایک ہی جگہ ڈھیر ہو گئے' آخر میں حسنؑ کے ایک نو عمر بیٹے محمد قاسم نے حملہ کیا اور وہ بھی مارے گئے۔غرض کہ حسینؑ کے لیے کربلا میں اپنی شہادت اور دوسری تمام مصیبتوں سے بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو شہید ہوتے ہوئے' اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو ان روح فرسانظاروں کاتماشا دیکھتے ہوئے دیکھا' حسینؑ کے ساتھیوں اور خاندان والوں نے ایک طرف اپنی بہادری کے نمونے دکھائے' تو دوسری طرف وفاداری و جاں نثاری کی بھی انتہائی مثالیں پیش کر دیں' نہ کسی شخص نے کمزوری و بزدلی کا اظہار کیا' نہ بیوفائی و تن آسانی کا الزام اپنے اوپر لیا'حسینؑ سب سے آخر تنہا رہ گئے تھے' خیمہ میں عورتوں کے سوا صرف علی بوسط معروف بہ زین العابدین جو بیمار اور چھوٹے بچے تھے باقی رہ گئے' عبیداللہ بن زیاد نے یہ بھی حکم بھیج دیا تھا کہ حسینؑ کا سر مبارک کاٹ کر ان کی لاش گھوڑوں سے یہاں تک پامال کرائی جائے کہ ہر ایک عضو ٹوٹ جائے۔

حسینؑ کی شہادت: حسینؑ نے تنہا رہ جانے کے بعد جس بہادری و جواں مردی کے ساتھ دشمنوں پر حملے کیے ہیں ان حملوں کی شان دیکھنے والا ان کے ساتھیوں میں کوئی نہ تھا' مگر عمرو بن سعد اور شمر آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک ایسا بہادر و جری انسان نہیں دیکھا' اس غم کی داستان اورروح کو مضحل کر دینے والی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حسینؑ کے جسم پر پینتالیس زخم تیر کے تھے' مگر آپ برابر دشمنوں کا مقابلہ کیے جا رہے تھے' ایک دوسری روایت کے موافق ۳۳ زخم نیزے کے اور ۴۳ زخم تلوار کے تھے اور تیروں کے زخم اس کے علاوہ تھے۔شروع میں آپ گھوڑے پر سوار ہوکر حملہ آور ہوتے رہے تھے' لیکن جب گھوڑا مارا گیا' تو پھر پیدل لڑنے لگے' دشمنوں میں کوئی شخص یہ نہیں چاہتا تھا' کہ حسینؑ میرے ہاتھ سے شہید ہوں' بلکہ ہر شخص آپ کے مقابلہ سے بچتا اور طرح دیتا تھا' آخر شمر نے چھ شخصوں کو ہمراہ لے کر آپ پر حملہ کیا' ان میں سے ایک نے شمشیر کا ایسا وار کیا کہ حسینؑ کا بایاں ہاتھ کٹ کر الگ گر پڑا' حسینؑ نے اس پر جوابی وار کرنا چاہا لیکن آپ کا داہنا ہاتھ بھی اس قدر مجروح ہو چکا تھا کہ تلوار نہ اٹھا سکے' پیچھے سے سنان بن انس نخعی نے آپ کو نیزہ مارا جو شکم پار ہو گیا' آپ نیزہ کا یہ زخم کھا کر گئے'اس نے نیزہ کھینچا اور اس کے ساتھ ہی آپ کی روح بھی کھینچ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اس کے بعد شمر نے یا شمر کے حکم سے دوسرے شخص نے حسینؑ کا سر جسم سے جدا کیا اورعبیداللہ بن زیاد کے حکم کی تعمیل کے لیے بارہ سوار متعین کیے گئے' ان سے گھوڑے کی ٹاپوں سے آپ کے جسد مبارک کو خوب کچلوایا' پھر خیمہ کو لوٹا' آپ کے اہل بیت کو گرفتار کیا' زین العابدین جو لڑکے تھے' شمر کی نظرپڑی تو ان کو اس نے قتل کرنا چاہا' مگر عمرو بن سعد نے اس کو اس حرکت سے باز رکھا۔ امام حسینؑ کا سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کوفہ میں ابن زیاد کے پاس بھیجے گئے'آپ کے اہل بیت کوفہ میں ابن زیاد کے پاس بھیجے گئے'کوفہ میں ان کو تشہیر کیا گیا'

ابن زیاد نے دربار کیا اور ایک طشت میں رکھ کر امام حسینؓ کا سر اس کے سامنے پیش ہوا' اس نے اس سر کو دیکھ کر گستاخانہ کلمات کہے۔ پھر تیسرے روز شمر کو ایک دستہ فوج دے کر اس کی نگرانی میں یہ قیدی اور سر مبارک یزید کے پاس دمشق کی جانب روانہ کیا۔علی بن حسین یعنی زین العابدین اور تمام عورتیں جب یزید کے پاس پہنچے اور حسینؓ کا سر مبارک اس نے دیکھا تو وہ سر دربار رو پڑا اور عبیداللہ بن زیاد کو گالیاں دے کر کہنے لگا کہ اس پسر سمیہ کو میں نے یہ حکم کب دیا تھا کہ حسین بن علیؓ کو قتل کر دینا' پھر شمر اور عراقیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں تمہاری اطاعت و فرماں برداری سے ویسے ہی خوش تھا' تم نے حسین بن علی کو کیوں قتل کیا' شمر اور اس کے ساتھی اس توقع میں تھے کہ یزید ہم کو انعام دے گا اور ہماری عزت بڑھائے گا مگر یزید نے کسی کو کوئی انعام و صلہ نہیں دیا اور اپنی ناخوشی و ناراضی کا اظہار کر کے سب کو واپس لوٹا دیا۔پھر درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ حسینؓ کی ماں میری ماں سے اچھی تھیں ان کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تمام رسولوں سے بہتر اور اولاد آدم کے سردار ہیں' لیکن ان کے باپ علیؓ اورمیرے باپ معاویہؓ میں جھگڑا ہوا' اسی طرح میرے اور حسینؓ کے درمیان نزاع ہوا' علیؓ اور حسینؓ دونوں کہتے تھے کہ جس کے باپ دادا اچھے ہوں وہ خلیفہ ہو'اور قرآن شریف کی اس آیت پر انہوں نے غور نہیں فرمایا کہ { قل اللھم ملک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشآء} آخر سب کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا' یا ان کے حق میں۔اس کے بعد ان قیدیوں کو آزادی دے کر بطور معزز مہمان اپنے محل میں رکھا' عورتیں اندر عورتوں میں گئیں' تو انہوں نے دیکھا کہ یزید کے محل سرا میں بھی اسی طرح ماتم برپا ہے اور سب عورتیں رو رہی ہیں' جس طرح حسینؓ کی بہن اپنے بھائی اور عزیزوں کے لیے رو رہی تھیں چند روز شاہی مہمان رہ کر یہ قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔یزید نے ان کو ہر قسم کی مالی امداد دی' اور علی بن حسینؓ سے ہر قسم کی امداد کا وعدہ کیا' کہ جب تم لکھو گے تمہاری فرمائش کی ضرور تعمیل کی جائے گی۔

عبیداللہ بن زیاد کی مایوسی: عبیداللہ بن زیاد کو توقع تھی کہ قتل حسینؓ کے بعد میری خوب قدر دانی ہو گی۔ لیکن یزید نے واقعہ کربلا کے بعد سلم بن زیاد کو خراسان کا حاکم مقرر کر کے ایران کے بعض وہ صوبے بھی جو بصرہ سے تعلق رکھتے تھے مسلم کے ماتحت کر کے اس کو کوفہ کی جانب روانہ کیا' اور ایک خط عبیداللہ بن زیاد کے نام لکھ کر دیا کہ تمہارے پاس عراق کی جس قدر فوج ہے اس میں سے چھ ہزار آدمی جس کو سلم پسند کرے اس کے ساتھ کر دو' عبیداللہ کو یہ بات ناگوار گذری اور امام حسینؓ کے قتل پر افسوس کرنے لگا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو یزید کو میری احتیاج رہتی اور وہ میری عزت و مرتبہ بڑھانے میں کمی نہ کرتا' لیکن اب وہ بے فکر ہو گیا ہے' اسی لیے اس نے ملک اور فوج دونوں میرے تصرف سے نکالنی شروع کر دیں۔سلم نے جب لشکر کوفہ کی موجودات لے کر سرداران لشکر سے کہا کہ تم میں سے کون کون میرے ہمراہ خراسان کی طرف چلنا چاہتا ہے' تو ہر ایک شخص نے جانے کی خواہش ظاہر کی' عبیداللہ بن زیاد نے رات کے وقت سرداران لشکر کے پاس آدمی بھیجا اور کہا کہ تعجب ہے کہ تم سلم کو میرے اوپر ترجیح دیتے ہو' سرداران لشکر نے جواباً کہلا بھیجوایا کہ آپ کے پاس رہ کر تو اہل بیت نبوی کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑتے ہیں لیکن سلم کے ساتھ جا کر ہم کوترکوں اور مغلوں کے ساتھ جہاد کرنے کا موقع ملے گا۔ اگلے دن سلم ٦ ہزار چیدہ آدمی لشکر کوفہ سے لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا اور عبیداللہ بن زیاد کو واقعہ کربلا کے بعد ندامت و افسوس کے سوا کچھ اور حاصل نہ ہوا۔(یہ واقعہ حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ اور خلیفہ یزید کے درمیان غلط فہمیاں سبائی اور منافقین سازشیوں نے پیدا کیں اور یہ کہ خلیفہ یزید کا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال سن کر افسوس کرنا اور متعلقہ عمال پر اظہار ناراضگی کرنا بھی حقیقت کشائی کرتا ہے۔)

عملیات

یکم جنوری 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایم ایس جی نے باجوڑ کے علاقے نیک بانڈہ میں ریموٹ کنٹرول بم کے ذریعے فورسز کی ایک گشتی پارٹی کو نشانہ بنایا جس ایک اہلکار ہلاک اور کئ زخمی ہو گئے ہیں ۔۔۔

2جنوری 2017

تحریک طالبان پاکستان خصوصی دستے ایم ایس جی کے نصب کردہ بم حملے میں کوئٹہ مغربی بائی پاس روڈ(بروری) کے علاقے میں فرنٹیئر کور کو فائرنگ رینج میں نشانہ بنایا گیاجس میں ۴ اہلکار ہلاک جبکہ دو زخمی ہوئے ہیں ۔

13جنوری 2017

تحریک طالبان پاکستان کے شاہین صفت مجاہدین ایم ایس جی نے ایک مائن حملے میں ملک رؤف کی گاڑی کو نشانہ بنایا جس میں وہ ابتدائی طور پر شدید زخمی ہوگئے ہیں

21 جنوری 7102

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ٹی ایس جی کے مجاہد کمانڈو سیف اللہ عرف بلال نے کرم ایجنسی میں اسلام دشمنوں کے مرکز پر دندان شکن فدائی حملہ کیا

7 فروری 2017

تحریک طالبان پاکستان کے دو فدائی حملہ آوروں نے بنوں میں پولیس سٹیشن کو نشانہ بنایا جس میں بڑے دھماکے کے لئے گاڑی استعال کی گئی ہے۔۔

11 فروری 2017

پاک افغان سرحد سے ملحقہ علاقے غلام خان میں،تحریک طالبان پاکستان کے آٹھ شیر صفت مجاہدین نے ،مرتد پاکستانی فوج پر کمین (ایم بش)ماری ہے،جس میں بارہ فوجیوں کو موقع پر ہی مار گرایا۔

13 فروری 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایس ٹی ایف نے کراچی میں پہلا حملہ پولیس پر کیا جبکہ دوسرے حملے میں سماء ٹی وی وین کو نشانہ بنایا۔۔

13 فروری 2017

تحریک طالبان پاکستان کے شیردل مجاہدین نے جنوبی وزیرستان کے علاقے گل کس میں پلانٹڈ آئی ای ڈی (لیسی ساختہ ریموٹ کنٹرولڈ بم) کے ذریعے سیکیورٹی فورسزکی گاڑی کو نشانہ بنایا،جس میں پانچ اہلکار ہلاک ہوئے جبکہ گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوئی،

15 فروری 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ٹی ایس جی کے جانباز فدائی نے عدلیہ کی گاڑی کو کامیابی سے نشانہ بنایا۔

عملیات

جس میں 02 سے زیادہ ججز اور وکلاء ہلاک و زخمی ہوئے،

16 فروری 2017

کرم ایجنسی میں ایم آئی کا جاسوس اور نوشہرہ میں سپیشل برانچ کا اہلکار جھنم واصل

24 فروری 2017

تحریک طالبان پاکستان کے شیردل مجاہدین نے کرم ایجنسی کے علاقے بھٹئی میں سرحدی مورچوں پر اچانک بڑا حملہ کرتے ہوئے فوج کو بھاری جانی اور مالی نقصان پہنچایا

26 فروری 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایم ایس جی نے کرم ایجنسی کے علاقے شبک میں ایک پلانٹڈ آئی ای ڈی کے ذریعے فوج کی گاڑی کو نشانہ بنایا جس میں سوار آٹھ اہلکار ہلاک ہوگئے۔

26 فروری 2017

شمالی وزیرستان کے شوال کنڈغر کے مقام پر تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایم ایس جی نے گھات(ایمبش) لگا کر تین فوجیوں کو جھنم واصل کیا ، اور کامیابی سے غائب ہوگئے،

26 فروری 2017

ماموند کے علاقے برکلی کالج فوجی کیمپ پر ایم ایس جی کا کامیاب شب خوں (گوریلا حملے میں دو فوجی ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوگئے،

27 فروری 2017

چارمنگ کے علاقے ڈاگ سرپوسٹ پر دن دیہاڑے ایم ایس جی کا کامیاب ریڈ (تعارض)، ایک فوجی ہلاک کئی زخمی،،،

3 مارچ 2017

تحریک طالبان پاکستان کے شاھین صفت مجاہدین نے گزشتہ شب بنوں کے علاقے جانی خیل میں ناپاک فوج پر حملہ کرکے لیفٹیننٹ کرنل سمیت کئی فوجی افسروں اور اہلکاروں کو ٹھکانے لگادیا،

6 مارچ 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایس ٹی ایف نے صوابی کے علاقے ملک آباد میں ناپاک آرمی کوایک کامیاب کمین کے ذریعے ٹارگٹ کیا جس کے نتیجے میں کیپٹن جنیداور سپاہی امجد موقع پر ہی ہلاک ہوگئے جبکہ کئی اہلکارزخمی ہوئے۔۔

8 مارچ 2017

صوابی کے علاقے ملک آباد میں تحریک طالبان پاکستان

کے خصوصی دستے ایس ٹی ایف کے پانچ کمانڈوز ناپاک فوج کے ساتھ گھمسان کی لڑائی میں اپنی منزل(شہادت) پاگئے ۔ ان عظیم جاں نثاران اسلام کی شہادت پر ہمیں فخر ہے کیونکہ ہمارا مقصد ہی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کے راستے پر چلتے ہوئے شہادت کے منزل کو پانا ہے،اور پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی ملک بنانا ہے

یکم اپریل 2017

تحریک طالبان پاکستان خصوصی دستے ایم ایس جی نے وزیرستان شوال کے علاقے کنڈ غر میں یکے بعد دیگرے دو مائن حملے کئے جس میں ایک ٹرک کو بھی نشانہ بنایا گیا، حملوں میں 01 اہلکار ہلاک جبکہ کئی زخمی بھی ہوئے۔

4 اپریل 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ٹی ایس جی نے لاہور کے بیدیاں روڈ پر ناپاک فوج کے گاڑی پرفدائی حملہ انجام دیتے ہوئے متعدد امریکی غلام فوجیوں کو جہنم واصل کیا۔

7 اپریل 2017

تحریک طالبان پاکستان خصوصی دستے ایس ٹی ایف نے ٹی آئی اے کی رپورٹ پر اس سکول اور کالج کی عمارت کو کل رات بارود سے اڑا دیا،

11 اپریل 2017

تحریک پاکستان کے شاھین صفت مجاہدین نے 11 اور 12 اپریل کی درمیانی شب باجوڑ کے علاقے کیمن گرہ میں ناپاک آرمی کے دو چیک پوسٹوں پر حملہ کردیا، حملے میں بھاری اور خودکار ہتھیار کا آزادانہ استعمال کیا گیا، یہ حملہ 2 گھنٹے تک جاری رہا، اسکے بعد مجاہدین اسلام بحفاظت غائب ہوئے اور فوج کو بھاری مالی اور جانی نقصان پہنچایا،

18 اپریل 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایس ٹی ایف نے ٹی آئی اے(طالبان انٹیلی جنس ایجنسی) کے نشاندہی پر باجوڑ کے تحصیل چارمنگ میں مٹے سرپوسٹ، خوبانی پوسٹ اور خروکنڈؤ پوسٹ کے فوجیوں کوپانی سپلائی کرنے والی ٹینکی میں زہر ملادیا جس کے نتیجے میں بیسیوں اہلکار جہنم واصل ہوئے اورمتعدد کوہسپتال منتقل کردیاگیا۔

21 اپریل 2017

تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے باجوڑآیجنسی میں آئی ایس آئی اہلکار مست خان کو مائن عملیات میں اڑادیا۔ یہ اہلکار اس علاقے میں جاسوسی کے علاوہ فحاشی کے فروغ

عملیات

کیلئے بھی کافی سرگرم اور مرکزی لوگوں میں سے تھا

یکم مئی 2017

تحریک طالبان پاکستان کے شاہین صفت مجاہدین نے گزشتہ شب یکم مئی 7102 کو شمالی وزیرستان کے علاقے شوال میں (زوئے) کے مقام پر، شام 7 بجے ناپاک فوج کے کیمپ اور کئی مورچوں پر حملہ کیا۔ حملے میں ہلکے اور بھاری ہتھیار کا آزادانہ استعمال کیا گیا، حملہ تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا، جس میں تقریباً ۰۲۱ مجاہدین نے حصہ لیا، مجاہدین تقریباً ایک گھنٹے تک مورچوں پر آگ برساتے رہے، جس کے نتیجے میں ۰۱ سے زائد مرتدین جہنم واصل ہوئے اور متعدد زخمی ہوئے اور بچنے والے مرتدین مورچے چھوڑ کر بھاگ گئے، اس حملے میں ہمارے چھ ساتھی بھی زخمی ہوئے۔

6 مئی 2017

تحریک طالبان پاکستان کے شیر دل مجاہدین نے جنوبی وزیرستان کے علاقے مکین میں ایک آرمی کیپٹن سمیت پانچ فوجیوں کو دو سلسلہ وار ریموٹ کنڑولڈ بم دھماکوں میں ڈھیر کردیا، ایک حملہ آرمی کی گاڑی پر کیا گیا جس میں گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوئی،، جبکہ دوسرا بم فوج کے ایک مورچے میں نصب کی گئی تھی جس سے مورچہ تباہ ہوگیا،

25 مئی 2017

تحریک طالبان پاکستان حلقہ شمالی وزیرستان کے شیر دل مجاہدین نے اپنے ساتھی کمانڈر عبداللہ کا انتقام لینے کے لئے ناپاک فوج کے دو گاڑیوں کو شوال کے علاقے کنڈ غر میں نشانہ بنایا ان مبارک حملوں میں آٹھ فوجی ہلاک ہوئے جبکہ مجاہدین فوج کا اسلحہ بھی ساتھ لے آئے، الحمدللہ ایک گاڑی کو ایم بش یعنی گھات لگاکر نشانہ بنایا گیا جبکہ دوسرے حملے میں فوج کی گاڑی آئی ای ڈی (ریموٹ کنٹرولڈ بم) کے ذریعے دھماکے سے تباہ کی گئی۔

30 مئی 2017

کرم ایجنسی : دو دن میں دو ریموٹ بم حملے دونوں حملے کرم ایجنسی کے علاقے بانگ دار میں ناپاک فوج پر کئے گئے 9 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے ہیں، ایک حملہ 92 جبکہ دوسرا حملہ 03 مئی کو کیا گیا

6 جون 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی شارپ شوٹر دستے ایس ٹی ایف نے باجوڑ علاقے کمان گرہ آدم خان کلی میں آئی ایس آئی کے فرمان نامی اہلکار کو ٹھکانے لگادیا، جبکہ تین دن پہلے خیبر ایجنسی کے علاقے تختہ بیگ میں خفیہ ادارے ایف آئی یو کے ایک اہلکار کو نشانہ بنایا گیا،

عملیات

9 جولائی 2017

تحریک طالبان پاکستان کے ٹی ایس جی (طالبان سپیشل گروپ) کے فدائی جانباز حمزہؒ نے چمن میں بوغرہ چوک کے قریب ایس ایس پی کے قافلے پر استشہادی حملہ کرکے ایس ایس پی سمیت متعدد افراد کو جہنم واصل کیا۔

14 جولائی 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایم ایس جی نے باجوڑ کے علاقے چارمنگ میں بوشکی سرپوسٹ کے قریب خچر پر راشن لانے والے فوجی اہلکاروں کو مائن کے ذریعے نشانہ بنایا جسکے نتیجے میں دوفوجی ہلاک ہوئے۔

15 جولائی 2017

تحریک طالبان پاکستان کے شاہین صفت مجاہدین نے ضلع ژوب تحصیل کمردین علاقہ شعیب نیکہ شرن توئی میں دو آرمی کیمپوں سمیت ۱۱ گیارہ پوسٹوں پر حملہ کیا جس میں دشمن کو کافی مالی وجانی نقصان پہنچا۔

16 جولائی 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی فدائی دستے ٹی ایس جی کے جانباز نے حیات آباد، باغ ناران کے قریب فرنٹئر کور کی گاڑی کو موٹرسائیکل بم کے ذریعے نشانہ بنایا، گاڑی میں سوار اہلکار ہلاک ہوگئے اس حملے میں میجر جمال کو نشانہ بنایا گیا،یاد رہے کہ میجر جمال ہمارے خاص ٹارگٹ لسٹ میں شامل تھا،

20 جولائی 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ٹی ایس جی کے ایک استشہادی مجاہد محترم عاصمؒ نے باجوڑ ایجنسی کے علاقے واڑہ ماموند تنزئ چوک میں کرنل کے گاڑی پر فدائی حملہ کیا مگرکچھ تکنیکی خرابی کے باعث گاڑی میں موجود بارودی مواد پھٹنے کی بجائے آگ پکڑگیا جس کے نتیجے میں کرنل کی گاڑی کو جزوی نقصان پہنچا اور فدائی جانباز شہادت کے اعلیٰ مقام پرفائز ہوئے نحسبہ کذالک واللہ حسیبہ۔۔

21 جولائی 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایس ٹی ایف نے کراچی کے علاقے کورنگی میں پولیس وین پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی جس سے گاڑی میں موجود تین اہلکار موقع پر ہلاک ہوگئے۔

یاد رہے کہ کل پرسوں صوابی میں بھی ایس ٹی ایف ہی کے ایک کاروائی میں تھانہ تورڈھیر کے ایک پولیس اہلکار حق نواز کو ٹارگٹ کیا گیا،

عملیات

23 جولائی 2017

تحریک طالبان پاکستان کے فدائی دستے ٹی ایس جی کے جاں باز فدا حسین سواتی تقبلہ اللہ نے موٹرسائیکل بم کا استعمال کرتے ہوئے درجنوں پولیس کو ٹھکانے لگا دیا،

2 اگست 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایم ایس جی نے وزیرستان کے علاقے شوال میں مختلف فوجی چیک پوسٹوں پر ہلکے اوربھاری ہتھیار سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں دشمن کو کافی مالی اورجانی نقصان پہنچا

20 اگست 2017

کل رات تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایم ایس جی کمانڈوز نے باجوڑ کے علاقے لغڑئ میں ناپاک مرتد فوج کے ایک چیک پوسٹ پر ہلکے اوربھاری ہتھیار سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں ناپاک فوج کو بھاری جانی ومالی نقصان پہنچا

26 اگست 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایس ٹی ایف نے پشاور کے علاقے پشتخرہ میں پولیس چوکی کومائن کے ذریعے اڑادیا جس کے نتیجے میں چوکی مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔

29 اگست 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایم ایس جی نے باجوڑ کے علاقے چارمنگ میں فوجی گاڑی کو اس وقت مائن کے ذریعے نشانہ بنایا جب وہ معمول کے مطابق گشت کررہے تھے۔۔۔ جس کے نتیجے میں ایک اہلکار ہلاک جبکہ کئی زخمی ہوگئے۔۔۔

16 ستمبر 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایم ایس جی نے باجوڑ کے علاقے گڑیگال تحصیل ماموند میں کامیابی سے تحصیلدار فوادعلی کے قافلے کو آئی ای ڈی کے ذریعے نشانہ بنایا، جس میں تحصیلدار سمیت سات7اہلکار ہلاک جبکہ کئی زخمی ہوئے ہیں۔

26 ستمبر 2017

تحریک طالبان پاکستان کے شاہین صفت مجاہدین نے کرم ایجنسی کےعلاقے شورکو مس ایف سی کی ویگو گاڑی پر کامیاب مائن حملہ کیا، جس میں 3 اہلکار ہلاک اور 5 زخمی ہوئے ہیں۔

یکم اکتوبر 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایس ٹی ایف نے سوات کے علاقے مالم جبہ روڈ پر تمبہ گھٹ میں امن کمیٹی کے ممبر احمد زیب کے گاڑی کو ریموٹ کنٹرول بم سے اڑادیا احمد زیب کے والد اور چچا جوعرصہ دراز سے طالبان کومطلوب تھے آخرکارٹی آئی اے(طالبان انٹیلی جنس ایجنسی) کی نشاندہی پردھماکے میں ہلاک ہوئے

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (أَنَّ اللہ يُدْخِلُ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ بِسَهْمٍ وَاحِدٍ صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنَعْتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِيَ وَمُنْبِلَهُ (ترمذی ، ابوداود،نسائی) "عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ : اللہ تعالی ایک تیر کے سبب تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں ، ایک اس کا بنانے والا جس نے اس کے بنانے میں خیر کی نیت کی ہو ،اس کا مارنے والا اور اس کا دینے والا" ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (كُلُّ شي يَلْهُو بِهِ الرَّجُلُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمْيَهُ بِقَوْسِهِ وَتَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ وَمُلَاعَبَتَهُ أَهْلَهُ فَإِنَّهُ مِنَ الْحَقِّ)."ہروہ چیز جس سے انسان کھیلتاہے ،تفریح کرتاہے ،جس سے انسان اللہ کی یاد سے غافل ہوجاتاہے باطل ہے سوائے اس کے غلیل چلانے کے اور اس کے اپنے گھوڑے کو تربیت دینے کے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ کھیلنے یعنی ہنسی مذاق کرنے اس لیے کہ یہ حق میں سے ہیں " ایک اور روایت میں ہے :عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وهو عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: (وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ)"عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں کہ وہ منبر پر تشریف فرما تھے سنا کہ وہ فرمارہےتھے: (وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ۔ جس کا ترجمہ ہے : اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کرسکو قوت سے خبر دار! قوت سے مراد مارنا ہے ، خبر دار! قوت سے مراد مارنا ہے ، خبر دار! قوت سے مراد مارنا ہے " اعداد یعنی جہاد کی تیاری (تربیت اور ٹریننگ جس کا اہم جزوہے) ہر مسلمان پر اسی طرح فرض ہے جس طرح کہ جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے ۔بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اعداد کا حکم صرف مجاہدین کے لیے ہے ،یہ بالکل غلط ہے ۔ علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں اس آیت(وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ)کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ پوری امت کی ذمے داری ہے ،وہ فرماتے ہیں "واعدواخطاب لكافة المؤمنين لما ان المأمور بہ من وظائف الكل "۔اس لیے ہر مسلمان کو جہاد کی تربیت حاصل کرنی چاہیے ۔